



۷۸۶

۹۲_۱۱۰

یا صاحب الزماں ادرکنی



لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

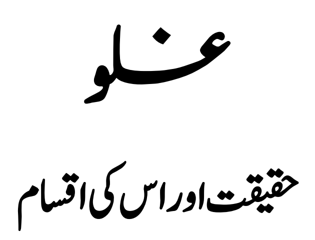
ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ يا أَهْلَ الْكِتابِ لا تَغْلُوا في دينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لا تَتَّبِعُوا أَهْواءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَ أَضَلُّوا كَثيراً وَ ضَلُّوا عَنْ سَواءِ السَّبيلِ ۞

(مائدۃ: ۷۷)



سلسلہ مباحث کلام وعقائد (۱)



حقیقت اور اس کی اقسام

تالیف: آیت اللہ العظمیٰ علامہ سید کمال الحیدری

ترجمہ: سید سبطین علی نقوی امروہوی الحیدری

نام کتاب............... غلو، حقیقت اور اس کی اقسام

مصنف................ آیت اللہ العظمی سید کمال الحیدری

مترجم................ سید سبطین علی نقوی امروہوی الحیدری

نظر ثانی............ سید زین عباس زیدی

کمپوزنگ............ سید سبطین علی نقوی امروہوی الحیدری

ناشر.................. Ziaraat.com Online Library

سال اشاعت.......... جنوری ۲۰۱۷؛ بمطابق ۱۴۳۸ ہجری قمری

ہدیہ..................

Ziaraat.com
Online Library

House #406 Block C
Unit #8 Latifabad
Hydrabad Sindh
Phone: 03333589401
email: webmaster@ziaraat.com FB:
facebook.com/ZiaraatDotCom

Alamdar Jafri Book Depot
Shop # 22-23 Main Gate Imambargah Shauda e Karbala Block 20 Federal B
area Karachi , Ph: 02136804345 email:
alijaffry110@hotmail.com

انتساب

سبط اکبر، شہزادہ سبز قباء، جانشین علی المرتضیٰ، امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے نام؛

جنہوں نے اپنے قلم کی نوک سے وہی کام لیا جو امام حسینؑ نے اپنی شمشیر کی دھار سے انجام دیا۔

حسنؑ کی صلح پر کیوں متفق عوام نہیں
حدیبیہ سے زیادہ تو یہ مقام نہیں
وہاں نبیؐ نے مٹایا تھا خود 'رسول اللہ'
یہاں تو یہ بھی نہیں ہے کہ 'میں امام نہیں'

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی ابی القاسم المصطفی محمد و آلہ الطیبین الطاھرین و لعنۃ اللہ علی اعدائھم اجمعین.

مقدمہ مترجم

اس دنیا میں پائی جانے والی ایک ایسی چیز جس سے کوئی بھی دامن نہیں چھڑا سکتا، وہ حب و بغض ہے۔ یہ چیز قدرت کے ان روشن مظاہر میں سے ایک ہے جو نہ فقط یہ کہ انسانوں میں پائے جاتی ہے بلکہ بات تو یہاں تک پہنچتی ہے کہ یہ نباتات اور حیوانات میں بھی جذب و دفع کی صورت میں پائی جاتی ہے۔ ہر حیوان یا درخت، ان چیزوں کو جنہیں دوست رکھتا ہے یا پسند کرتا ہے، جذب جبکہ ناپسند چیزوں کو خود سے دور کرتا ہے، تمام انسان بھی اپنی عقل کی بنا پر کچھ چیزوں کو پسند کرتے اور ان سے محبت کرتے ہیں اور کچھ کو ناپسند کرتاے ہیں اور ان کو مورد بغض و غضب قرار دیتے ہے۔ روایات میں بھی حب اور بغض کو، معیار دینداری شمار کیا گیا ہے۔ امام باقر سے روایت ہے: کیا دینداری اولیائے الہی کی محبت اور دشمنان الہی کے بغض کے سوا کوئی اور چیز ہے؟ "هَلِ الدِّينُ إِلَّا الْحُبُّ وَ الْبُغْض"[1]

ابو حمزہ ثمالی نے امام باقرؑ سے پوچھا: حقیقت ایمان کی تکمیل کیسے ہو گی؟ امام نے فرمایا: اولیائے الہی سے دوستی، دشمنان الہی سے دشمنی اور سچوں کے ساتھ ہونے سے۔" قُلْتُ أَصْلَحَكَ اللَّهُ أَيُّ شَيْءٍ إِذَا

[1] بحار الانوار، ج۶۵، ص ۶۳.

عَمِلْتُهُ أَنَا اسْتَكْمَلْتُ حَقِيقَةَ الْإِيمَانِ قَالَ تُوَالِي أَوْلِيَاءَ اللَّهِ وَ تُعَادِي أَعْدَاءَ اللَّهِ وَ تَكُونُ مَعَ الصَّادِقِين"[1]

دوسری حدیث میں امام صادقؑ نے ایمان کے اس دستے کو اور محکم انداز میں پیش کیا ہے۔ ایسا دستہ جو نماز، روزے، زکات، حج، عمرے اور جہاد سے زیادہ محکم ہے۔

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص لِأَصْحَابِهِ أَيُّ عُرَى الْإِيمَانِ أَوْثَقُ فَقَالُوا اللَّهُ وَ رَسُولُهُ أَعْلَمُ وَ قَالَ بَعْضُهُمُ الصَّلَاةُ وَ قَالَ بَعْضُهُمُ الزَّكَاةُ وَ قَالَ بَعْضُهُمُ الصِّيَامُ وَ قَالَ بَعْضُهُمُ الْحَجوَ الْعُمْرَةُ وَ قَالَ بَعْضُهُمُ الْجِهَادُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص لِكُلٍّ مَا قُلْتُمْ فَضْلٌ وَ لَيْسَ بِهِ وَ لَكِنْ أَوْثَقُ عُرَى الْإِيمَانِ الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَ الْبُغْضُ فِي اللَّهِ وَ تَوَالِي أَوْلِيَاءِ اللَّهِ وَ التَّبَرِّي مِنْ أَعْدَاءِ اللَّهِ." [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ایمان کا کون سا دستہ سب سے زیادہ محکم ہے؟ انہوں نے کہا خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ نماز، بعض نے کہا زکات، بعض نے کہا روزہ، بعض نے کہا حج اور عمرہ، اور بعض نے جہاد کا نام لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جن اعمال کا تم نے ذکر کیا ہے ان کی بھی فضیلت ہے لیکن جو سوال میں کیا اس کا جواب ان میں سے نہیں؛ ایمان کا سب سے محکم دستہ خدا کے لیے محبت اور خدا کے لیے بغض رکھنا ہے اور ایسے ہی اللہ کے اولیاء سے محبت اور اس کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرنا ہے۔

لیکن جس طرح ہر وہ چیز جو حد توازن سے خارج ہو کر تعمیر سے تخریب کی جانب مڑ جاتی ہے، ویسے ہی محبت اور بغض بھی حد اعتدال سے خارج ہو کر ممدوح نہیں رہتے۔ اہلبیتؑ کی محبت خدا کے واجب مطالبات میں سے ایک بلکہ باقی تمام مطالبات و واجبات کی قبولیت کی اساس ہے۔ لیکن جب یہی محبت، اہلبیتؑ کے حکم کو پس پشت ڈال کر خود سے راہوں کو متعین کرنے کی کوشش کرتی ہے تو پھر یہی امر جو اساس قبولیت اعمال تھا وہی دین سے خارج ہونے کا سبب اور خود اہلبیتؑ کی نظر میں قابل لعنت ٹھہرتا ہے۔

---

[1] بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۵۷.

[2] الکافی ج ۲، ص: ۱۲۵؛ بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۵۷.

اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ نہج البلاغہ کے دوسرے خطبے میں جہاں امیر المومنینؑ اہلبیتؑ کی فضیلت میں یہ فرماتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں:

لَا يُقَاسُ بِآلِ مُحَمَّدٍ ص مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَحَدٌ وَ لَا يُسَوَّى بِهِمْ مَنْ جَرَتْ نِعْمَتُهُمْ عَلَيْهِ أَبَداً هُمْ أَسَاسُ الدِّينِ وَ عِمَادُ الْيَقِينِ؛

'اس امت میں کسی کو بھی آل محمد پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، جن لوگوں پر ان کے احسانات ہمیشہ جاری رہے ہوں، وہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ وہ دین کی بنیاد اور دین کا ستون ہیں'۔

وہیں اس کے فوراً بعد ارشاد فرماتے ہیں:

إِلَيْهِمْ يَفِيءُ الْغَالِي وَ بِهِمْ يُلْحَقُ التَّالِي؛

' آگے بڑھ جانے والوں کو ان کی طرف پلٹ کر آنا ہے اور پیچھے رہ جانے والوں کو ان سے ملحق ہونا ہے'۔

ایسے ہی مذکورہ کتاب میں ہی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: نَحْنُ النُّمْرُقَةُ الْوُسْطَى بِهَا يَلْحَقُ التَّالِي وَ إِلَيْهَا يَرْجِعُ الْغَالِي؛

ہم اہلبیتؑ ہی وہ نقطہ اعتدال ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے کو ان سے آکر ملنا ہے اور آگے نکل جانے والے کو ان کی طرف پلٹنا ہے۔[1]

ایک اور مقام پر اپنے حد سے تجاوز کرنے والے محب و مبغض کے بارے میں فرماتے ہیں: هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ غَالٍ وَ مُبْغِضٌ قَالٍ؛

میرے بارے میں دو قسم کے افراد تباہ و برباد ہو جائینگے، ایک وہ چاہنے والا جو حد سے بڑھ جائے گا اور ایک وہ دشمنی رکھنے والا جو عداوت رکھے گا۔[2]

[1] نہج البلاغۃ: کلمات قصار: ۱۰۹.

[2] ایضا: کلمات قصار: ۱۱۷.

کتاب ہذا میں انہی افراد کے بارے میں کلام کیا جائے گا جو محبت اہلبیتؑ میں حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ البتہ کیونکہ غلو کے مفہوم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض افراد نشر و بیان فضائل اہلبیتؑ کو بھی غلو سمجھنے لگتے ہیں لہذا اس کتاب میں جہاں غلو کی حقیقت اور غالیوں کی سرزنش ہو گی وہیں ان افراد کو بھی دعوت فکر دی جائے گی جو ہر فضیلت اہلبیتؑ کو غلو سمجھنے لگتے ہیں۔

دعا گو ہوں کہ یہ حقیر سی کاوش بارگاہ خدا میں شرف قبولیت سے سرفراز ہو۔

عبدالعلی؛ سید سبطین علی نقوی امروہوی الحیدری؛

مقیم حال، عش آل محمد، قم المقدس۔

مقدمہ

غلو کی بحث، مقام رسول اللہ ﷺ اور آئمہ ؑ کی اہم مباحث سے مربوط ہے۔ یہ بحث فقط علمِ امام کی حد تک محدود نہیں، بلکہ تمام فضائل و مراتب اہلبیت ؑ کو گھیرے ہوئے ہے۔ چاہے وہ علم آئمہ ؑ کی وسعت سے متعلق ہو جس میں علم غیب بھی شامل ہے اور چاہے وہ ان کے اس بلند و بالا مقام سے مربوط ہو جو انہیں خدا کی بارگاہ میں حاصل ہے۔ بعض افراد ان مقامات کے بارے میں غلطی کا شکار ہو کر انہیں بھی غلو کے مصادیق میں سے سمجھ بیٹھے ہیں۔

علامہ مجلسی کہتے ہیں:

محدثین و متکلمین میں سے بعض معرفت امام کے ذیل میں کوتاہی اور ان کی شان و حالات کے عجائب و غرائب کو درک کرنے میں ناتوانی کا شکار ہونے کی وجہ سے، غلو کے بارے میں افراط اور زیادہ روی کے عامل قرار پائے ہیں۔ انہوں نے بہت سارے موثق راویوں کو فقط بعض معجزات نقل کرنے کی وجہ سے مجروح بنا دیا ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض کا کہنا ہے: معصومین ؑ سے سہو کا انکار کرنا، یا اس چیز کا قائل ہونا کہ انہیں گزشتہ اور آئندہ کے واقعات کی خبر ہے اور اسی قسم کی دوسری باتیں، غلو کے مصادیق میں شمار ہوتی ہیں۔ ایک مومن متدین کو معصومین ؑ سے وارد ہونے والے معجزات و کرامات و فضائل کا انکار کرنے میں جلدی نہیں

دکھائی چاہیے۔ مگر یہ کہ وہ ضرورت دین، یا آیات محکم یا اخبار متواتر سے ثابت براہین قاطعہ کے خلاف ثابت ہو جائے۔[1]

اس وجہ سے اس بحث میں اس شک وشبہ کو رفع دفع کرنے کی خاطر درج ذیل محوروں پر بات کی جائے گی:

پہلی بحث: غلو لغت میں اور اس (لفظ) کا شرعی استعمال؛

دوسری بحث: غلو کی پیدائش اور اس کا سابقہ؛

تیسری بحث: اہلبیتؑ کے بارے میں غالیوں کے اقوال؛

چوتھی بحث: غالی، اہلبیتؑ کی نظر میں۔

[1] بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۳۴۷.

پہلی بحث:

غلو لغت میں اور اس (لفظ) کا شرعی استعمال

غلو لغت میں

لغت میں غلو کے معنی حد سے گزرنے کے ہیں: ابن منظور کہتا ہے:

دین میں اور کسی کام میں غلو کیا، یعنی اس کی حد اور حدود سے باہر نکلنا، اور بعض کا کہنا ہے، تو نے کسی کام میں غلو کیا، یعنی اس کام میں حد سے گزر گیا اور زیادہ روی اختیار کی، حدیث میں آیا ہے: دین میں غلو، یعنی بے پرواہی اور حد سے گزرنے سے پرہیز کرو۔[1]

طریحی کہتا ہے:

اس نے دین میں غلو کیا، یعنی تنگ نظری اور لاپرواہی کی؛ اس صورت میں کہ حد و مقدار سے باہر نکل گیا۔[2]

راغب اصفہانی کہتے ہیں:

غلو، یعنی حد سے گزرنا۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی چیز کا بھاؤ بڑھ جائے۔[3]

---

[1] لسان العرب: ج ۱۰، ص ۱۱۲، مادہ غلا.

[2] مجمع البحرین، ج ۱، ص ۳۱۸، مادہ غلا.

[3] المفردات فی غریب القرآن: ص ۳٦۴.

اس طرح یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ غلو کا لغوی معنی، کسی چیز کے حد سے گزرنے کے ہیں، چاہے وہ دینی عقائد میں ہو یا ان کے علاوہ کسی اور چیز میں۔ لیکن بہتر ہے کہ غلو کے بارے میں دینی متون، یعنی جن موارد میں قرآن، روایات اور بزرگان دین کے اقوال میں (لفظ غلو کے بارے میں) جو کچھ وارد ہوا ہے، اس کی جانب اشارہ کیا جائے۔

غلو در قرآن

قرآن کریم میں لفظ غلو دو آیات میں وارد ہوا ہے؛ خداوند متعال فرماتا ہے:

﴿يا أَهْلَ الْكِتابِ لا تَغْلُوا في دينِكُمْ وَ لا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلاَّ الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسيحُ عيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَ كَلِمَتُه﴾

اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو (زیادہ روی اختیار) نہ کرو، اور خدا کے بارے میں بجز حق بات کے کچھ نہ کہو، مسیح عیسی بن مریم فقط خدا کے رسول اور ان کا کلمہ (مخلوق) ہیں۔[1]

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ يا أَهْلَ الْكِتابِ لا تَغْلُوا في دينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لا تَتَّبِعُوا أَهْواءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَ أَضَلُّوا كَثيراً وَ ضَلُّوا عَنْ سَواءِ السَّبيلِ﴾

کہو: اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو اور حق کے سوا اور کوئی کام نہ کرو اور اس گروہ کی ہوس جو تم سے پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور بہتیروں کو گمراہ کر چکے ہیں اور راہ راست سے منحرف ہو چکے ہیں کی پیروی نہ کرو۔[2]

---

[1] نساء: ۱۷۱.

[2] مائدہ: ۷۷.

یہ دونوں آیات عیسائیوں کو جناب عیسیٰؑ کے بارے میں غلو کرنے سے منع کرنے کے سلسلے میں ہیں۔ انہوں نے جناب عیسیٰؑ کو اس قدر بڑھایا کہ خدا مان لیا؛ جیسا کہ قرآن سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۷۱ میں یاد آوری کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ لا تَقُولُوا ثَلاثَةٌ انْتَهُوا خَيْراً لَكُم﴾

نہ کہو کہ خدا تین ہیں، اس کلام سے پرہیز کرو کہ یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔

یہ آیت عیسائیوں کی سہ گانہ پرستی کی جانب اشارہ کرتی ہے۔ ایسے ہی اس سے آگے کی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْداً لِلَّهِ وَ لاَ الْمَلائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَ مَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبادَتِهِ وَ يَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَميعاً﴾

عیسی نے کبھی اس بات سے سرپیچی نہیں کی کہ وہ خدا کے بندے ہیں اور نہ ہی مقرب فرشتوں نے، اور وہ افراد جو اس کی بندگی سے منہ موڑ لیں اور تکبر اپنائیں گے تو خدا بہت جلد انہیں (قیامت کے دن) اپنے پاس جمع کرے گا۔[1]

اس قسم کا غلو کرنا فقط عیسائیوں تک محدود نہیں بلکہ یہ یہودیوں میں بھی پایا جاتا ہے؛ جیسا کہ خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ قالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَ قالَتِ النَّصارى الْمَسيحُ ابْنُ اللَّهِ ذلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْواهِهِمْ يُضاهِؤُنَ قَوْلَ الَّذينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾

اور یہودیوں کا کہنا ہے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں کا کہنا ہے کہ عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں، یہ وہ بات ہے جسے وہ اپنے زبان پر جاری کرتے ہیں، جبکہ یہ ویسا ہی کلام ہے جیسے ان سے قبل کافروں کا تھا، خدا انہیں قتل کرے، یہ کس طرح حق سے منحرف ہوئے ہیں۔[1]

[1] نساء: ۱۷۲.

ایسے ہی ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ يا أَهْلَ الْكِتابِ تَعالَوْا إِلى كَلِمَةٍ سَواءٍ بَيْنَنا وَ بَيْنَكُمْ أَلاَّ نَعْبُدَ إِلاَّ اللَّهَ وَ لا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئاً وَ لا يَتَّخِذَ بَعْضُنا بَعْضاً أَرْباباً مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾

کہو: اے اہل کتاب! اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان قدر مشترک ہے، کہ ہم خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور کسی کو اس کا شریک قرار نہ دیں، اور ہم میں سے بعض دوسروں کو خدائے واحد کے سوا خدا نہ مانیں۔ یہ جب بھی اس دعوت کو قبول نہ کریں تو کہو: گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔[۲]

نیز فرماتا ہے:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبارَهُمْ وَ رُهْبانَهُمْ أَرْباباً مِنْ دُونِ اللَّهِ وَ الْمَسيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ ما أُمِرُوا إِلاَّ لِيَعْبُدُوا إِلهاً واحِداً لا إِلهَ إِلاَّ هُوَ سُبْحانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾

یہ لوگ اپنے علماء اور راہبوں کو خدا کے مقابل اپنا رب مانتے ہیں، اور ایسے ہی عیسائی مسیح ابن مریم کو، جبکہ انہیں جو حکم دیا گیا تھا کہ خدائے واحد جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں، کسی کی عبادت نہ کریں، وہ پاک ہے اس سے جسے یہ اس کا ہمتا و شریک قرار دیتے ہیں۔[۳]

جو کچھ بیان ہوا ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن میں لفظ غلو مخلوقات کے لیے معین شدہ حد سے بڑھانے اور ان کے مقام کو مقام خدائی تک لے جانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

ابن عاشور کہتے ہیں:

---

[۱] توبہ: ۳۰.

[۲] آل عمران: ۶۴.

[۳] توبہ: ۳۱.

غلوعام اور معین حد سے آگے بڑھ جانے کے معنی میں ہے، یہ ((غلوة السهم)) سے مشتق ہے، جو تیر کے چلانے کی آخری حد ہے۔ یہ معنی کسی عقلی چیز یا کسی شرعی مطلب، یا اعتقاد، یا ادراک یا عمل کرنے میں مطلوبہ حد سے زیادہ بڑھ جانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ دین میں غلو کے یہ معنی ہیں کہ ایک متدین فرد، اس چیز سے آگے بڑھ کر اظہار کرے جو دین نے اس کے لیے معین کی ہے۔[1]

غلو احادیث اہلبیتؑ میں

اہلبیتؑ نے اپنے اقوال میں لوگوں کو ان کے بارے میں غلو اور ان کے مقام کو خدائی تک بڑھانے کی نہی فرمائی ہے۔ ان میں سے بعض کی جانب ہم اشارہ کرتے ہیں:

فضیل بن عثمان کہتے ہیں:

میں نے امام صادقؑ نے سنا کہ آپ نے فرمایا: «اتَّقُوا اللَّهَ، وَ عَظِّمُوا اللَّهَ، وَ عَظِّمُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمْ، وَ لَا تَفَضِّلُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ أَحَداً، فَإِنَّ اللَّهَ تَبارَكَ وَ تَعَالَى قَدْ فَضَّلَهُ. وَ أَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ حُبّاً مُقْتَصِداً وَ لَا تَغْلُّوا، وَ لَا تفَرَّقُوا، وَ لَا تَقُولُوا مَا لَا نَقُولُ، فَإِنَّكُمْ إِنْ قُلْتُمْ وَ قُلْنَا مِتُّمْ وَ مِتْنَا ثُمَّ بَعَثَكُمُ اللَّهُ وَ بَعَثَنَا، فَكُنَّا حَيْثُ يَشَاءُ اللَّهُ وَ كُنْتُمْ»[2]

خدا کا تقویٰ اختیار کرو اور اسے عظمت کے ساتھ یاد کرو اور رسول اللہ ﷺ کو بھی عظمت کے ساتھ یاد کرو، اور رسول اللہ ﷺ پر کسی کو بھی فضیلت اور برتری نہ دو، کیونکہ بے شک وریب خدا نے انہیں برتری عطا کی ہے۔ اور اپنے نبی کے اہلبیتؑ سے محبت کرو اس حالت میں

---

[1] التحریر والتنویر: ابن عاشور تونسی: ج ۴، ص ۳۳۰.

[2] قرب الاسناد: ص ۱۲۹، ح ۴۵۲.

کہ حد اعتدال سے خارج نہ ہو، غلو نہ کرو، تفرقہ نہ ڈالو، اور وہ باتیں نہ کہو جو ہم خود (اپنے بارے میں) نہیں کہتے، کیونکہ اگر تم وہ باتیں کہتے ہو جو ہم نہیں کہتے اور اس کے بعد ہم اور تم اللہ کو پیارے ہو جائیں اور پھر خدا ہمیں اور تمہیں مبعوث کرے، تو ہم تو اسی جگہ پر ہوں کہ جہاں خدا چاہے گا اور تم بھی وہیں ہو گے جہاں خدا چاہے گا۔

[یہ قول اس بات پر کنایہ ہے کہ آخرت میں تمہارا خاتمہ ہمارے ساتھ نہیں ہو گا]

ایسے ہی حسن بن جہم کہتے ہیں:

حَضَرْتُ مَجْلِسَ الْمَأْمُونِ يَوْماً وَ عِنْدَهُ عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا ع وَ قَدِ اجْتَمَعَ الْفُقَهَاءُ وَ أَهْلُ الْكَلَامِ مِنَ الْفِرَقِ الْمُخْتَلِفَة... قَالَ لَهُ الْمَأْمُونُ يَا أَبَا الْحَسَنِ بَلَغَنِي أَنَّ قَوْماً يَغْلُونَ فِيكُمْ وَ يَتَجَاوَزُون فِيكُمُ الْحَدَّ فَقَالَ الرِّضَا ع حَدَّثَنِي أَبِي مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص لَا تَرْفَعُونِي فَوْقَ حَقِّي فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ تَعَالَى اتَّخَذَنِي عَبْداً قَبْلَ أَنْ يَتَّخِذَنِي نَبِيّاً قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى ﴿ما كانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتابَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِباداً لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَ لكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِما كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتابَ وَ بِما كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ وَ لا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلائِكَةَ وَ النَّبِيِّينَ أَرْباباً أَ يَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ[1]﴾

میں ایک دن مامون کے دربار میں حاضر تھا اور امام رضاؑ بھی اس کے پاس موجود تھے اور مختلف فرقوں کے فقہاء اور متکلمین بھی ان کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ مامون نے امام سے کہا: اے

[1] آل عمران: ۷۹- ۸۰.

ابا الحسن! مجھے خبر ملی ہے کہ ایک گروہ آپ کے بارے میں غلو کرتا ہے اور حد سے گزر جاتا ہے۔ امام رضاؑ نے اس سے فرمایا:

میرے والد موسیٰ بن جعفر، نے اپنے والد جعفر بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد محمد بن علی سے، انہوں نے اپنے والد علی بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد حسین بن علی سے، انہوں نے اپنے والد علی بن ابی طالب سے ہمارے لیے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے میرے مقام سے مت بڑھاؤ، اس سے پہلے کہ خدا مجھے رسالت کے لیے منتخب کرتا اس نے مجھے بندگی کے لیے منتخب فرمایا۔ اس نے خود ہی فرمایا ہے: ﴿کسی بشر کے لیے سزاوار نہیں کہ خدا اسے آسمانی کتاب، حکم اور رسالت سے نوازے اور اس کے بعد وہ لوگوں سے کہے: خدا کی جگہ میری عبادت کرو۔ بلکہ لازم ہے کہ لوگوں سے کہے: لوگوں الٰہی افراد بن جاؤ، ویسے ہی جیسے کتاب خدا تمہیں پڑھاتی ہے اور جس طرح تم نے درس لیا ہے۔ اور یوں نہیں کہ وہ تمہیں حکم دے کہ فرشتوں اور انبیاء کو اپنا رب بنالو، کیا وہ تمہیں مسلمان ہونے کے بعد کفر کی طرف دعوت دیتا ہے؟!﴾[1]

امام علیؑ فرماتے ہیں:

يَهْلِكُ فِيَّ اثْنَانِ وَ لَا ذَنْبَ لِي مُحِبٌّ مُفْرِطٌ وَ مُبْغِضٌ مُفَرِّطٌ وَ أَنَا أَبْرَأُ إِلَى اللَّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى مِمَّنْ يَغْلُو فِينَا وَ يَرْفَعُنَا فَوْقَ حَدِّنَا كَبَرَاءَةِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ع مِنَ النَّصَارَى قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَ إِذْ قالَ اللَّهُ يا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَ أُمِّي إِلهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قالَ سُبْحانَكَ ما يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ ما لَيْسَ لِي بِحَقٍّ إِنْ

[1] عیون اخبار الرضا: ج۱، ص۲۱۶.

كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ ما فِي نَفْسِي وَ لا أَعْلَمُ ما فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ما قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا ما أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَ رَبَّكُمْ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً ما دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَ أَنْتَ عَلى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾[1] وَ قَالَ عَزَّ وَ جَلَ ﴿لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْداً لِلَّهِ وَ لَا الْمَلائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ﴾[2] وَ قَالَ عَزَّ وَ جَلَ ﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَ أُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كانا يَأْكُلانِ الطَّعامَ﴾[3] وَ مَعْنَاهُ أَنَّهُمَا كَانَا يَتَغَوَّطَانِ فَمَنِ ادَّعَى لِلْأَنْبِيَاءِ رُبُوبِيَّةً وَ ادَّعَى لِلْأَئِمَّةِ رُبُوبِيَّةً أَوْ نُبُوَّةً أَوْ لِغَيْرِ الْأَئِمَّةِ إِمَامَةً فَنَحْنُ مِنْهُ بُرَءَاءُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَة.

دو گروہ میرے بارے میں ہلاکت کا شکار ہونگے، جبکہ میں اس بارے میں بے گناہ ہوں گا: محبت میں افراط کرنے والا محب اور دشمنی میں افراط رکھنے والا مبغض۔ اور میں اُس سے جو میرے بارے میں غلو کرتا ہے اور مجھے حد سے بڑھاتا ہے، خدا کی بارگاہ میں بیزاری اختیار کرتا ہوں، بالکل ویسے ہی جیسے عیسیٰؑ بن مریم نے عیسائیوں سے بیزاری اختیار کی تھی۔ خداوند متعال نے فرمایا: ﴿اور اس وقت جب خدا عیسی بن مریم سے کہے گا: کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے مقابل مجھے اور میری ماں کو دو معبودوں کے عنوان سے منتخب کرو؟ تو وہ کہیں گے: تو مبرا و منزا ہے، میں وہ بات کہنے کا حق نہیں رکھتا جو میرے لیے سزاوار نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے معلوم ہوتا۔ تو تو اس سے بھی واقف ہے جو میری روح و جان میں ہے لیکن میں اس سے آگاہ نہیں جو تیری ذات میں ہے۔ یقیناً تو تمام اسرار اور رازوں سے باخبر

---

[1] المائدۃ: ۱۱۶- ۱۱۷.

[2] النساء: ۱۷۲.

[3] المائدۃ: ۷۵.

ہے۔ میں نے تو انہیں اس کے علاوہ کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا۔ (میں نے ان سے کہا) اس خدا کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، اور میں جب تک ان کے درمیان تھا انکا نگہبان اور ان پر گواہ تھا۔ لیکن جب سے تو نے مجھے ان سے اٹھالیا، تو تو خود ہی ان کا نگہبان ہے اور تو ہر چیز پر گواہ ہے﴾ اس کے بعد امام علیؑ نے فرمایا: جو کوئی بھی انبیاء کے لیے ربوبیت کا، یا آئمہ کے لیے ربیوبیت یا نبوت کا، یا ان کے لیے جو امام نہیں، امامت کا دعوی کرے، ہم ان سے دنیا اور آخرت میں بے زار ہیں۔[1]

جعفر بن بشیر خزار، اسماعیل بن عبد العزیز سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع يَا إِسْمَاعِيلُ ضَعْ لِي فِي الْمُتَوَضَّإِ مَاءً قَالَ فَقُمْتُ فَوَضَعْتُ لَهُ قَالَ فَدَخَلَ قَالَ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي أَنَا أَقُولُ فِيهِ كَذَا وَ كَذَا وَ يَدْخُلُ الْمُتَوَضَّأَ يَتَوَضَّأُ قَالَ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ خَرَجَ فَقَالَ يَا إِسْمَاعِيلُ لَا تَرْفَعِ الْبِنَاءَ فَوْقَ طَاقَتِهِ فَيَنْهَدِمَ اجْعَلُونَا مَخْلُوقِينَ وَ قُولُوا بِنَا[2] مَا شِئْتُمْ فَلَنْ تَبْلُغُوا فَقَالَ إِسْمَاعِيلُ وَ كُنْتُ أَقُولُ إِنَّهُ وَ أَقُولُ وَ أَقُولُ.

امام صادقؑ نے ارشاد فرمایا: اے اسماعیل! میرے لیے وضو کی جگہ پر پانی رکھ دے۔ راوی کہتا ہے: میں اٹھا اور امام کے لیے پانی رکھ دیا۔ جب امام داخل ہوئے تو میں نے خود سے کہا: میں ان کے لیے کیا کیا کہتا ہوں اور یہ تو طہارت کے لیے بیت الخلاء جاتے ہیں! زیادہ وقت نہیں گزرا کہ امام باہر تشریف لائے اور فرمایا: اے اسماعیل! عمارت کو اس کی طاقت سے زیادہ اوپر

---

[1] عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۲۱۷.

[2] فینا، بحار کے مطابق.

مت لے جا کہ اس طرح وہ منہدم ہو جائے گی۔ ہمیں خدا کی مخلوق سمجھ اور پھر (کمالات میں سے) جو چاہے ہمارے لیے بیان کر، کہ تو کبھی ہماری حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔[1]

صالح بن سہل کہتے ہیں:

كُنْتُ أَقُولُ فِي الصَّادِقِ مَا تَقُولُ الْغُلَاةُ فَنَظَرَ إِلَيَّ وَ قَالَ وَيْحَكَ يَا صَالِحُ إِنَّا وَ اللَّهِ عَبِيدٌ مَخْلُوقُونَ لَنَا رَبٌّ نَعْبُدُهُ وَ إِنْ لَمْ نَعْبُدْهُ عَذَّبَنَا.

میں نے اپنی زبان پر وہ مطالب جاری کیے جو غالی افراد امام صادقؑ کے بارے میں کہتے ہیں۔ امام نے میری جانب نگاہ کی اور فرمایا: وائے ہو تجھ پر اے صالح! خدا کی قسم! ہم خدا کے ادنٰی بندے اور اس کی مخلوق ہیں، ہمارا ایک رب ہے جس کی ہم عبادت کرتے ہیں، اور اگر ہم اس کی عبادت نہ کریں تو وہ ہم پر عذاب نازل کرے گا۔[2]

اس کے علاوہ دوسری روایات بھی موجود ہیں جن کی جانب اشارہ کیا جائے گا۔ ان تمام کے مجموعے سے یہ روشن ہوتا ہے کہ اہلبیتؑ کی نگاہ میں غلو سے مراد حد سے گزرنا اور ان کے مقام کو خدائی تک بڑھانا ہے۔ جیسا کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے جن میں انہوں نے لوگوں کو انہیں خدا ماننے کی نہی فرمائی ہے۔ اور ایسے ہی وہ روایات بھی جو ان کے، مقام بندگی کو بڑھانے، یا خلق کے امور کو انہیں تفویض کرنے، یا ان کی نبوت کے قائل ہونے اور اس قسم کی دوسری تعبیرات کی نہی کرتی ہیں، جو اُس مقام سے بڑھانے کی نشاندہی کرتی ہیں جو ان کے لیے ثابت ہے۔

[1] بصائر الدرجات: ج۱، ص۱۳۶؛ بحار الانوار: ج۲۵، ص۲۷۹.

[2] مناقب آل ابی طالب، ابن شہر آشوب: ج۳، ص۳۴۷.

برجستہ علمائے اسلام کے کلام میں (لفظ) غلو (کا استعمال)

شیعہ اور سنی علماء میں سے بعض کے کلام میں بھی ہمیں غلو کی تعریف دیکھنے کو ملتی ہے۔ بطور مثال شیخ مفید کہتے ہیں:

غلو، وہی حد سے گزرنا، حد اعتدال سے خارج ہونا، اور انبیاء و آئمہؑ کے حق میں زیادہ روی سے کام لینا ہے۔[1]

وہ آیہ ﴿ لا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ ﴾ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

خدا نے جناب عیسیٰؑ کے بارے میں حد سے بڑھنے سے منع اور حد اعتدال سے خارج ہونے سے خبر دار کیا ہے، خدا نے عیسی کے بارے میں عیسائیوں کے حد سے بڑھے ہوئے دعوے کی وجہ سے اسے غلو جانا ہے۔[2]

ایسے ہی شہید محمد باقر الصدر فرماتے ہیں:

کبھی غلو مرتبہ الوہیت اور خدائی کے لحاظ سے ہوتا ہے، کبھی مرتبہ نبوت کے لحاظ سے اور کبھی دوسری جہات کے لحاظ سے جو خالق کی صفات اور اس کے افعال سے مربوط ہوتی ہیں۔ مرتبہ الوہیت کے لحاظ سے غلو یہ ہے کہ کبھی شخص یہ تصور کرتا ہے کہ جس کے بارے میں اس نے غلو کیا ہے، وہی خدائے متعال ہے، اور کبھی وہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ خدائے واجب الوجود کے علاوہ ہے، لیکن خدائی اور عبادت کے قابل ہونے میں عرضی یا طولی طور پر خدا کا شریک ہے،

---

[1] تصحیح الاعتقادات الامامیہ: ص ۱۰۹.

[2] اوائل المقالات: ص ۳۲۸.

اور کبھی اس کا عقیدہ ہوتا ہے کہ خدا اپنے غیر میں حلول کر گیا ہے اور اس کے ساتھ متحد اور ایک ہو گیا ہے۔

یہ سب کے سب موارد کفر ہیں؛ پہلا مورد انکار خدا، دوسرا مورد خدا کی یگانگی کا انکار، (کی وجہ سے کفر ہے جبکہ) تیسرا مورد (اس وجہ سے کفر ہے) کیونکہ حلول واتحاد، غیر خدا کی خدائی کے دعوے کی جانب پلٹتا ہے۔

نبوت کے لحاظ سے غلو یہ ہے کہ کہ غالی یہ تصور کرے کہ جس کے حق میں اس نے غلو کیا ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے افضل ہے، یا رسول اللہ ﷺ اور خدا کے درمیان حلقہ وصل ہے، یا اس طرح سے رسول اللہ ﷺ کے مساوی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت میں شامل نہیں۔ یہ تمام موارد کفر کا موجب ہیں: کیونکہ متشرع افراد کے اذہان میں موجود شہادت دوم یعنی (اشھد ان محمد رسول اللہ) کے مفہوم سے منافات رکھتے ہیں، کیونکہ اس جملہ کا مسلم مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنا کسی استثناء کے تمام مکلفین کی جانب بھیجے گئے ہیں۔

صفات وافعال کے لحاظ سے غلو کے معنی کسی صفت یا فعل کا ایسے شخص کی جانب نسبت دینا ہے جو اس صفت یا فعل کی حد قابلیت نہ رکھتا ہو۔ اس بنا پر اگر ایک صفت یا فعل کا خدائے متعال سے خاص ہو نا ضروریات دین میں سے ہو تو یہ غلو ضروریات دین کے دائرے میں داخل ہے۔[1]

نیز شہرستانی، ملل و نحل میں کہتے ہیں:

---

[1] بحوث فی شرح العروۃ الوثقی: ج ۳، ص ۳۸۴.

غالی وہ ہیں جنہوں نے اپنے آئمہ کے بارے میں غلو کیا ہے؛اس صورت میں کہ یہ اپنے آئمہ کو مخلوق ہونے کے دائرے سے خارج کر دیتے ہیں اور خدائی کے احکام ان کے بارے میں جاری کرتے ہیں۔ پس چاہے یہ آئمہ میں سے کسی ایک کو خدا سے تشبیہ دیں، یا خدا کو مخلوق سے تشبیہ دیں کہ (اس معاملے میں) یا تو یہ غلو کر رہے ہوتے ہیں اور یا پھر کوتاہی۔ ان کے شبہات کی پیدائش یہودیوں و عیسائیوں کے حلولی اور تناسخی مذاہب سے ہے؛ کیونکہ یہودی خالق کو مخلوق سے تشبیہ دیتے ہیں جبکہ عیسائی مخلوق کو خالق سے تشبیہ دیتے ہیں۔ نتیجے میں یہ شبہات غالی شیعوں کے ذہنوں میں سرایت کر گئے یہاں تک کہ یہ اپنے بعض اماموں کے حق میں خدائی احکام صادر کر بیٹھے۔[1]

[1] الملل والنحل: ج۱، ص ۱۷۳۔

دوسری بحث:

غلو کی پیدائش اور اس کا سابقہ

مسئلہ غلو کو بہتر انداز میں جاننے کے لیے اس کے بعض عوامل اور اصل کو درج ذیل موارد میں شمار کیا جا سکتا ہے:

پہلی وجہ: سیاسی مقاصد واہداف

یہ کہنا شاید حقیقت سے دور نہ ہو گا کہ غلو کی پیدائش میں اساسی عامل، یہی سیاسی اغراض و اہداف اور لوگوں پر تسلط قائم کرنا تھا۔ اس صورت سے یہ عامل اس بات کا باعث بنا کہ بہت سے حکام اس لیے کہ لوگوں کے نزدیک موجود اہلبیتؑ کے مقام و مرتبے کی ہوا اکھاڑ دیں اور ان پر تہمتیں باندھیں؛ جیسے ان کی خدائی کا دعوی یا انہیں بعض خدائی صفات یا ان صفتوں سے متصف کرنا جو توان بشر سے خارج ہیں۔ یہ تمام امور لوگوں میں ان کے مقام و مرتبے کو ختم کرنے اور لوگوں کو ان کے گرد سے پراکندہ کرنے کی غرض سے انجام دیے گئے۔ جیسا کہ روشن ہے لوگوں کا اہلبیتؑ کے گرد جمع ہونا لوگوں پر مسلط حاکموں کو خوفزدہ کرتا تھا۔ اس بنا پر غلو کی ترویج میں حاکموں کی برجستہ ترین روش، غالیوں کو مسلمانوں میں داخل اور ان کی صفوں میں ان کو نفوذ دینا تھا۔

شیخ اسد حیدر اس بارے میں کہتے ہیں:

شیعوں کی سب سے بڑی مصیبت غالی فرقوں کو ان کے سر منڈنا اور ان کی نسبت شیعوں سے دینا ہے۔ میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ ان گمراہ فرقوں کی (سیاست دانوں اور) سیاست بازیوں نے پشت پناہی کی، اور ان کے لیے نفوذ حاصل کرنے کی راہیں ہموار کیں تاکہ یہ اپنے اہداف تک پہنچ سکیں جو شیعوں کو ناسزا گو کہلوانا اور اہلبیتؑ کی کرامت کو خراب کرنا تھے۔ چونکہ یہ لوگ شیعوں کے عقائد پر بالکل حملہ کرنے کی قوت یا ان کے مقام و مرتبے میں رتی برابر رخنہ اندازی نہیں کر سکتے تھے۔ اور یہ وہ موضوع ہے جو بالکل واضح ہے؛ کیونکہ مذہب اہلبیتؑ میں بے ہودہ کلام موجود نہیں اور ان کی تعلیمات اسلام کے نظام کا محور ہیں۔ اس بنا پر شیعوں کی صفوں میں غالیوں کا داخل ہونا ایک سیاسی حرکت تھی، کہ ایک طرف اس کے عوامل ایجاد کیے گئے اور دوسری طرف اسلام کو نشانہ بنایا گیا۔[1]

امام رضاؑ نے بھی اپنے اس کلام سے اس معاملے سے پردہ اٹھایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

إِنَّ مُخَالِفِينَا وَضَعُوا أَخْبَاراً فِي فَضَائِلِنَا وَ جَعَلُوهَا عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ أَحَدُهَا الْغُلُوُّ وَ ثَانِيهَا التَّقْصِيرُ فِي أَمْرِنَا وَ ثَالِثُهَا التَّصْرِيحُ بِمَثَالِبِ أَعْدَائِنَا فَإِذَا سَمِعَ النَّاسُ الْغُلُوَّ فِينَا كَفَّرُوا شِيعَتَنَا وَ نَسَبُوهُمْ إِلَى الْقَوْلِ بِرُبُوبِيَّتِنَا وَ إِذَا سَمِعُوا التَّقْصِيرَ اعْتَقَدُوهُ فِينَا وَ إِذَا سَمِعُوا مَثَالِبَ أَعْدَائِنَا بِأَسْمَائِهِمْ ثَلَبُونَا بِأَسْمَائِنَا وَ قَدْ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَ ﴿وَ لا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْواً بِغَيْرِ عِلْمٍ[2]﴾

مخالفین نے ہمارے فضائل میں احادیث گھڑی ہیں، جن کی تین قسمیں ہیں: ایک غلو، دوسری امر ولایت میں کوتاہی، اور تیسری ہمارے دشمنوں کے عیبوں کی تصریح اور

---

[1] الامام الصادق والمذاہب الاربعۃ: اسد حیدر، ج۱، ص ۲۳۲.

[2] الأنعام: ۱۰۸.

سرزنش۔ جب بھی لوگ ہمارے بارے میں غلو سنتے ہیں تو ہمارے شیعوں کو کافر کہتے ہیں اور ہماری ربوبیت کے اعتقاد کو ان سے منسوب کرتے ہیں۔ جب ہمارے بارے میں کوتاہی پر مبنی کلام سنتے ہیں تو اسے ہمارے حق میں قبول کر لیتے ہیں۔ اور جب بھی ہمارے دشمنوں کے عیب اور بدگوئیاں ان کے نام کی تصریح کے ساتھ سنتے ہیں، تو نام کی تصریح کرنے کی وجہ سے ہماری بدگوئیاں کرتے ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وہ جو خدا کے سوا کسی اور کو پکارتے ہیں، ان کے خدا کو برا نہ کہو، مبادا کہیں وہ بھی جہالت کی وجہ سے، خدا کو ناسزا کہیں﴾[1]

امام صادقؑ سے روایت ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

إِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ صِدِّيقُونَ لَا نَخْلُو مِنْ كَذَّابٍ يَكْذِبُ عَلَيْنَا وَ يُسْقِطُ صِدْقَنَا بِكَذِبِهِ عَلَيْنَا عِنْدَ النَّاس.

ہم اہلبیتؑ سچے ہیں، جھوٹے وہ ہیں جو جھوٹ کی نسبت ہم سے دیتے ہیں اور اپنے جھوٹ سے ہماری صداقت کو لوگوں کے سامنے داغدار کر دیتے ہیں۔[2]

ایک دن امام صادقؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

إِنَّ الْمُغِيرَةَ كَذَبَ عَلَى أَبِي ع فَسَلَبَهُ اللَّهُ الْإِيمَانَ وَ إِنَّ قَوْماً كَذَبُوا عَلَيَّ مَا لَهُمْ أَذَاقَهُمُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ فَوَ اللَّهِ مَا نَحْنُ إِلَّا عَبِيدُ الَّذِي خَلَقَنَا وَ اصْطَفَانَا مَا نَقْدِرُ عَلَى ضَرٍّ وَ لَا نَفْعٍ وَ إِنْ رَحِمَنَا فَبِرَحْمَتِهِ وَ إِنْ عَذَّبَنَا فَبِذُنُوبِنَا وَ اللَّهِ مَا لَنَا عَلَى اللَّهِ مِنْ حُجَّةٍ وَ لَا مَعَنَا مِنَ اللَّهِ بَرَاءَةٌ وَ إِنَّا لَمَيِّتُونَ وَ مَقْبُورُونَ وَ مُنْشَرُون...

---

[1] عیون اخبار الرضا: ج۱، ص ۲۷۲.

[2] اختیار معرفۃ الرجال: ج۱، ص ۳۲۴؛ بحار الانوار: ج۲۵، ص ۲۸۷.

خدا مغیرہ بن سعید پر لعنت کرتے، اور اس یہودی عورت پر بھی جس کے پاس مغیرہ کا آنا جانا تھا اور وہ اس سے جادو، شعبدہ بازی اور فریب دینا سیکھتا تھا۔ مغیرہ نے میرے بابا پر جھوٹ باندھا جس وجہ سے خدا نے اس سے اس کا ایمان لے لیا، اور ایک گروہ ایسا ہے جو مجھ پر بھی جھوٹ باندھتا ہے، آخر یہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟! خدا انہیں گرم لوہے کے عذاب میں مبتلا کرے! خدا کی قسم! ہم تو بس خدا کے بندے ہیں، جنہیں خدا نے خلق کیا اور منتخب فرمایا، ہم کسی فائدے یا نقصان پر قادر نہیں۔ اگر خدا ہم پر رحمت نازل کرے تو یہ اس کی مرحمت کی وجہ سے ہے اور اگر ہم پر عذاب نازل کرے تو وہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہوگا۔ خدا کی قسم! ہم خدا پر کوئی حجت نہیں رکھتے، اور خدا نے ہمیں (جہنم سے) آزادی کا پروانہ عطا نہیں کیا۔ ہم بھی مریں گے اور دفن ہونگے، اور اٹھائے جائیں گے...[1]

دوسری وجہ: ذاتی لالچیں

اس وجہ کے نمونوں کے طور پر محمد بن نصیر فہری اور حسن بن محمد قمی کا نام لیا جا سکتا ہے، جنہیں امام حسن عسکریؑ نے رسوا فرمایا؛ جیسا کہ آپ نے العبیدی کو اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا ہے:

أَبْرَأُ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْفِهْرِيِ وَ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ بَابَا الْقُمِّيِّ فَابْرَأْ مِنْهُمَا، فَإِنِّي مُحَذِّرُكَ وَ جَمِيعَ مَوَالِيَّ وَ إِنِّي أَلْعَنُهُمَا عَلَيْهِمَا لَعْنَةُ اللَّهِ، مُسْتَأْكِلَيْنِ يَأْكُلَانِ بِنَا النَّاسَ، فَتَّانَيْنِ مُؤْذِيَيْنِ آذَاهُمَا اللَّهُ وَ أَرْكَسَهُمَا فِي الْفِتْنَةِ رَكْساً، يَزْعُمُ ابْنُ بَابَا أَنِّي بَعَثْتُهُ نَبِيّاً وَ أَنَّهُ بَابٌ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ، سَخَّرَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ فَأَغْوَاهُ، فَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ قَبِلَ مِنْهُ

---

[1] اختیار معرفۃ الرجال: ج ۲، ص ۴۹۱؛ بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۲۸۹.

ذَلِكَ، يَا مُحَمَّدُ إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تَشْدَخَ رَأْسَهُ بِالْحَجَرِ فَافْعَلْ! فَإِنَّهُ قَدْ آذَانِي آذَاهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ.

میں فہری اور حسن بن محمد بن باب القمی سے خدا کی بارگاہ میں اظہار برائت کرتا ہوں۔ پس تو بھی ان سے اظہار برائت کر۔ میں تجھے اور اپنے تمام پیروکاروں کو ان سے خبردار کرتا ہوں، میں ان پر خدا کی لعنت کرتا ہوں! یہ ہمارے نام پر لوگوں سے کھاتے ہیں۔ یہ فتنہ گر اور آزار و تکلیف پہنچانے والے ہیں۔ خدا انہیں تکلیف میں مبتلا کرتے اور انہیں فتنے میں غرق کرے۔ ابن باب مدعی ہے کہ میں نے اسے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور وہ میرا دروازہ ہے۔ خدا کی لعنت ہو اس پر! شیطان نے اس کے ساتھ مذاق کیا اور اسے گمراہ کر دیا ہے۔ خدا لعنت کرے اس پر (بھی) جو اس سے اس گمراہی کو قبول کرے۔ اے محمد! اگر تو اس کے سر کو پتھر سے کچل سکے تو اس کام کو انجام دے، کیونکہ اس نے مجھے اذیت دی ہے، خدا دنیا و آخرت میں اسے اذیت دے۔[1]

امام کا یہ کلام اس وجہ سے ہے کہ یہ دونوں غالیوں کے سرخیلوں میں سے تھے۔ محمد بن نصیر فہری نے تو دعوی کیا کہ وہ رسول ہے اور امام نقیؑ نے اسے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ وہ امام نقیؑ کے بارے میں تناسخ اور غلو کا اعتقاد رکھتا تھا۔

تیسری وجہ: فکری انحطاط اور عقب ماندگی

حقیقت بندگی کو سمجھنے کی عدم توانائی اور جہالت، انبیاء اور آئمہ کی کرامات کے سامنے حیرت زدگی اور

---

[1] اختیار معرفۃ الرجال: شیخ طوسی، ج ۲، ص ۸۰۵.

ان احادیث کو تشخیص نہ دینے کی فاقہ مستی جو مجعولین نے گھڑی تھیں، غلو کے زمینہ ساز عوامل میں سے ہیں۔
اس طرف امام رضاؑ نے ایک شخص کا جواب دیتے ہوئے اشارہ فرمایا ہے۔ شخص نے کہا:

إِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ عَلِيّاً لَمَّا أَظْهَرَ مِنْ نَفْسِهِ الْمُعْجِزَاتِ الَّتِي لَا يَقْدِرُ عَلَيْهَا غَيْرُ اللَّهِ دَلَ عَلَى أَنَّهُ إِلَهٌ وَ لَمَّا ظَهَرَ لَهُمْ بِصِفَاتِ الْمُحْدِثِينَ الْعَاجِزِينَ لَبَّسَ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ وَ امْتَحَنَهُمْ لِيَعْرِفُوهُ وَ لِيَكُونَ إِيمَانُهُمْ بِهِ اخْتِيَاراً مِنْ أَنْفُسِهِم...

اے فرزند رسول خدا ﷺ! غالی اس بات کے مدعی ہیں کہ جب علیؑ نے اپنی ذات سے ایسے معجزات کا اظہار کیا جو خدا کے سوا اور کوئی کر دکھانے کی قدرت نہیں رکھتا، تو یہ بات خود اس امر کی دلیل ہے کہ وہ خدا ہیں، اور جب علیؑ ان کے لیے اُن صفات و خصوصیات کے ساتھ آشکار ہوئے جو ناتوان مخلوقات کی ہیں، تو اس نے انہیں غلطی میں ڈال دیا اور یہ ایک امتحان ہے تاکہ وہ انہیں اچھے سے پہچانیں اور ان پر اپنے اختیار سے ایمان لائیں۔

امام رضاؑ نے جواب میں فرمایا:

إِنَّ هَؤُلَاءِ الضُّلَّالَ الْكَفَرَةَ مَا أُتُوا إِلَّا مِنْ قِبَلِ جَهْلِهِمْ بِمِقْدَارِ أَنْفُسِهِمْ حَتَّى اشْتَدَّ إِعْجَابُهُمْ بِهَا وَ كَثُرَ تَعْظِيمُهُمْ لِمَا يَكُونُ مِنْهَا فَاسْتَبَدُّوا بِآرَائِهِمُ الْفَاسِدَةِ وَ اقْتَصَرُوا عَلَى عُقُولِهِمُ الْمَسْلُوكِ بِهَا غَيْرَ سَبِيلِ الْوَاجِبِ حَتَّى اسْتَصْغَرُوا قَدْرَ اللَّهِ وَ احْتَقَرُوا أَمْرَهُ وَ تَهَاوَنُوا بِعَظِيمِ شَأْنِهِ إِذْ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ الْقَادِرُ بِنَفْسِهِ الْغَنِيُّ بِذَاتِهِ الَّتِي لَيْسَتْ قُدْرَتُهُ مُسْتَعَارَةً وَ لَا غِنَاهُ مُسْتَفَاداً وَ الَّذِي مَنْ شَاءَ أَفْقَرَهُ وَ مَنْ شَاءَ أَغْنَاهُ وَ مَنْ شَاءَ أَعْجَزَهُ بَعْدَ الْقُدْرَةِ وَ أَفْقَرَهُ بَعْدَ الْغِنَى...

اس کافر اور گمراہ گروہ کا کلام ان کی نادانی اور جہل کی وجہ سے ان کی حد اور اندازے کے برابر ہی ہے، جو ان کی حیرت کا سبب بنا اور ان کی مدح اور تعظیم اسی کے گرد گھومتی ہے، انہوں نے اپنے فاسد نظریات پر خود سری دکھائی ہے، اور اپنی قاصر اور کم عقلی پر ہی تکیہ کر لیا ہے، یہ اس

راہ کو طے کر گئے ہیں جس پر جانا غیر واجب تھا، یہاں تک کہ انہوں نے خدا کے مقام کو کم شمار کیا اور اس کے امر کی تحقیر کی، اور اس کے پر شکوہ مقام کو خوار و کمتر شمار کیا؛ کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ خداوند متعال خود قادر اور بے نیاز ہے اور اس نے اپنی قدرت اور غنا کو کسی اور سے حاصل نہیں کیا، وہ جسے چاہے نیاز مند اور جسے چاہے بے نیاز کر دے۔ اور وہ جسے چاہے قدرت کے بعد ناتواں اور بے نیازی کے بعد نیاز مند کر دے۔[1]

البتہ اس کے علاوہ دوسری وجوہات بھی موجود ہیں جو غلو کی پیدائش کا موجب بنی ہیں۔

---

[1] بحار الانوار: ج۲۵، ص۲۷۶.

تیسری بحث:

اہلبیتؑ کے بارے میں غالیوں کے اقوال

اہلبیتؑ کے بارے میں غالیوں کے دعوے اور اقوال مختلف قسم کے ہیں۔ جیسے خدائی کا دعوی، پیغمبری کا دعوی، تفویض کا دعوی، تناسخ ارواح اہلبیت کا دعویٰ یا حلول کا ادعا اور اس قبیل سے دوسرے اقوال، ہم اس بحث میں کوشش کریں گے کہ ان اقوال میں سے اہم سے آشنا ہو کر ان کی نقد و تحقیق انجام دیں:

پہلا قول: نبی اور امام کے لیے خدائی کا دعویٰ

غالیوں کے مشہور اقوال میں سے ایک امیر المومنینؑ علی کے لیے بطور خاص اور ان کی اولاد میں سے ہونے والے آئمہؑ کے لیے بطور عام خدائی کا دعویٰ ہے۔

ابوالحسن اشعری کہتے ہیں:

غالیوں کا ایک گروہ اس بات کا مدعی ہے کہ علیؑ ہی خدا ہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں اور انہیں دشنام دیتے ہیں اور کہتے ہیں: علیؑ نے رسول اللہ ﷺ کو بھیجا تا کہ وہ انکی خدائی کو بیان اور روشن کرے۔ لیکن انہوں نے خود اپنے لیے خدائی کا دعویٰ کر دیا۔[1]

[1] مقالات الاسلامین واختلاف المصلین، ابوالحسن اشعری: ص ۱۴.

من جملہ ان میں سے ایک ابوالخطاب (محمد بن مقلاص) ہے جس نے ادعا کیا کہ: آئمہؑ انبیاء ہیں۔ اس کے بعد وہ اس بات کا مدعی ہو گیا کہ یہ خدا ہیں اور حسن و حسینؑ کی اولادیں خدا کے بچے اور اس کے محب ہیں۔[1]

شیخ مفید اس ادعا کو یوں پیش کرتے ہیں:

غالی ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے، یہ امیر المومنینؑ اور ان کی اولاد میں سے ہونے والے آئمہ کو خدا کہتے ہیں اور انہیں دینی و دنیاوی فضائل میں حد سے زیادہ بڑھاتے ہیں اور (اس وجہ سے یہ) حد اعتدال سے خارج ہو گئے ہیں۔[2]

احمد بن حنبل ربیعہ بن ناجد اور وہ علیؑ سے نقل کرتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تجھ میں عیسیٰؑ کی ایک شباہت ہے، اور وہ یہ کہ یہودیوں نے ان سے بغض و کینہ رکھا، اس صورت میں کہ ان کی والدہ پر الزام لگایا۔ عیسائی ان سے محبت کرتے تھے لیکن انہوں نے ان کی اس مقام سے توصیف کی جس کے وہ حامل نہیں تھے۔ اس کے بعد فرمایا: میرے بارے میں دو لوگ ہلاک ہو جائیں گے: (پہلا) میرا وہ محب ثنا گو جو میرے بارے میں افراط سے کام لے گا اور وہ چیزیں کہے گا جو مجھ میں نہیں ہو نگی، اور (دوسرا) میرا جھوٹا دشمن کہ اس کی کینہ پروری اسے اس بات پر اکسائے گی کہ میرے اوپر بہتان باندھے۔[3]

---

[1] بحوث فی الملل والنحل، جعفر سبحانی: ج۷، ص۱۶۔
[2] تصحیح الاعتقادات الامامیۃ: ص۱۳۱۔
[3] مسند احمد بن حنبل: ج۱، ص۱۶۰۔

حاکم مستدرک میں کہتے ہیں:

اس روایت کی سند صحیح ہے، لیکن بخاری اور مسلم نے اسے نقل نہیں کیا۔[1]

امام صادقؑ اپنے آباء سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا عَلِيُّ مَثَلُكَ فِي أُمَّتِي مَثَلُ الْمَسِيحِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ افْتَرَقَ قَوْمُهُ ثَلَاثَ فِرَقٍ فِرْقَةٌ مُؤْمِنُونَ وَ هُمُ الْحَوَارِيُّونَ وَ فِرْقَةٌ عَادُوهُ وَ هُمُ الْيَهُودُ وَ فِرْقَةٌ غَلَوْا فِيهِ فَخَرَجُوا عَنِ الْإِيمَانِ وَ إِنَّ أُمَّتِي سَتَفْتَرِقُ فِيكَ ثَلَاثَ فِرَقٍ فَفِرْقَةٌ[2] شِيعَتُكَ وَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَ فِرْقَةٌ عَدُوُّكَ وَ هُمُ الشَّاكُّونَ وَ فِرْقَةٌ تَغْلُو فِيكَ وَ هُمُ الْجَاحِدُون.

اے علیؑ! میری امت میں تیری مثال عیسیٰؑ بن مریم کی سی ہے، ان کی قوم تین گروہوں میں بٹ گئی: مومنین کا گروہ جو ان کے حواری تھے، دوسرا گروہ وہ جس نے ان سے دشمنی کی اور وہ یہودی تھے، اور تیسرا گروہ وہ جس نے ان کے بارے میں غلو کیا اور ایمان سے خارج ہو گئے، تیرے بارے میں بھی میری امت تین گروہوں میں بٹ جائے گی: ایک گروہ تیرا طرفدار ہو گا اور یہی مومنین ہیں، ایک گروہ تیرا دشمن ہو گا اور وہ شاکین ہیں اور ایک گروہ تیرے بارے میں غلو کرے گا اور وہ منکرین ہیں۔[3]

اس وجہ سے اہلبیتؑ نے بہت سی روایات میں اس (اندھی) عقیدت کو باطل قرار دینے اور مٹا دینے کے لیے، شدت کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا اور تاکید فرمائی کہ وہ خدا کے بندے ہیں؛ نمونے کے طور پر امیر المومنینؑ نے فرمایا:

---

[1] مستدرک حاکم: ج ۳، ص ۱۲۳.

[2] فی المصدر: فرقة.

[3] مائة منقبة: ص ۸۰؛ بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۲۶۴.

إِيَّاكُمْ وَ الْغُلُوَّ فِينَا قُولُوا إِنَّا عَبِيدٌ مَرْبُوبُونَ وَ قُولُوا فِي فَضْلِنَا مَا شِئْتُم.

ہمارے بارے میں غلو نہ کرو، کہو: ہم خدا کے بندے ہیں، اس کے بعد ہمارے فضائل میں جو کہنا چاہو کہو۔[1]

ایسے ہی امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

أَنَّ لَنَا رَبّاً يَكْلَؤُنَا بِاللَّيْلِ وَ النَّهَارِ نَعْبُدُهُ يَا مَالِكُ وَ يَا خَالِدُ قُولُوا فِينَا مَا شِئْتُمْ وَ اجْعَلُونَا مَخْلُوقِين.

ہمارا ایک پروردگار ہے جو شب و روز ہمیں اپنی پناہ فراہم کرتا ہے۔ ہم اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اے مالک! اور اے خالد! ہمیں خدا کی مخلوق جانو، اس کے بعد جو چاہے ہمارے بارے میں کہو۔[2]

حنان بن سدیر اپنے والد سے اس طرح نقل کرتے ہیں:

قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع إِنَّ قَوْماً يَزْعُمُونَ أَنَّكُمْ آلِهَة... قَالَ يَا سَدِيرُ سَمْعِي وَ بَصَرِي وَ شَعْرِي وَ بَشَرِي وَ لَحْمِي وَ دَمِي مِنْ هَؤُلَاءِ بِرَاءٌ بَرِئَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَ رَسُولُهُ مَا هَؤُلَاءِ عَلَى دِينِي وَ دِينِ آبَائِي وَ اللَّهِ لَا يَجْمَعُنِي وَ إِيَّاهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِمْ سَاخِطٌ قَالَ قُلْتُ فَمَا أَنْتُمْ جُعِلْتُ فِدَاكَ قَالَ خُزَّانُ عِلْمِ اللَّهِ وَ تَرَاجِمَةُ وَحْيِ اللَّهِ وَ نَحْنُ قَوْمٌ مَعْصُومُونَ أَمَرَ اللَّهُ بِطَاعَتِنَا وَ نَهَى عَنْ مَعْصِيَتِنَا نَحْنُ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ عَلَى مَنْ دُونَ السَّمَاءِ وَ فَوْقَ الْأَرْضِ.

میں نے امام صادقؑ سے عرض کی: ایک گروہ کا دعوی ہے کہ آپ خدا ہیں! امام نے فرمایا: اے سدیر! میرا کان، آنکھیں، بال، کھال، گوشت اور خون ان افراد سے بیزار ہے۔ خدا اور اس

---

[1] تحف العقول: ص ۱۰۴؛ الخصال: ص ۶۱۴؛ بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۲۷۰۔

[2] بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۲۸۹۔

کے رسول ﷺ ان سے بیزار ہوں! یہ میرے اور میرے اجداد کے دین پر نہیں ہیں اور خدا جب روز قیامت مجھے اور انہیں ایک جا جمع کرے گا تو وہ ان پر غضبناک ہو گا۔

میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان! آپ کون ہیں؟ امام نے فرمایا:

ہم خدا کے علم کے خزانہ دار، وحی الٰہی کے مفسر، اور معصوموں کا گروہ ہیں۔ خدا نے ہماری اطاعت کا حکم دیا ہے اور ہمارے حکم سے سر پیچی کی نہی فرمائی ہے، ہم ان (سب) پر حجت بالغہ (الہیہ) ہیں جو آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہیں۔[1]

امام صادقؑ نے امام علیؑ کے لیے خدائی کا دعویٰ کرنے والے صالح بن سہل سے فرمایا:

وَيْحَكَ يَا صَالِحُ إِنَّا وَ اللَّهِ عَبِيدٌ مَخْلُوقُونَ لَنَا رَبٌّ نَعْبُدُهُ وَ إِنْ لَمْ نَعْبُدْهُ عَذَّبَنَا.

تجھ پر وائے ہوائے صالح! خدا کی قسم! ہم خلق شدہ بندے ہیں۔ ہمارا ایک پالنے والا ہے جس کی ہم عبادت کرتے ہیں اور اگر ہم اس کی عبادت نہ کریں تو وہ ہمیں عذاب میں مبتلا کرے گا۔[2]

ابان بن عثمان کہتے ہیں:

میں نے امام صادقؑ سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے: لَعَنَ اللَّهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَبَإٍ إِنَّهُ ادَّعَى الرُّبُوبِيَّةَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ (ع) وَ كَانَ وَ اللَّهِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ (ع) عَبْداً لِلَّهِ طَائِعاً، الْوَيْلُ لِمَنْ كَذَبَ عَلَيْنَا وَ إِنَّ قَوْماً يَقُولُونَ فِينَا مَا لَا نَقُولُهُ فِي أَنْفُسِنَا، نَبْرَأُ إِلَى اللَّهِ مِنْهُمْ نَبْرَأُ إِلَى اللَّهِ مِنْهُمْ.

---

[1] بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۲۹۸.

[2] مناقب آل ابی طالب: ج ۳، ص ۳۴۷.

خدا عبداللہ بن سباء پر لعنت کرے کہ اس نے امیر المومنینؑ کے بارے میں خدائی کا دعوی کیا، جبکہ خدا کی قسم! امیر المومنینؑ تو خدا کے مطیع بندے تھے۔ وائے ہو اس پر جو ہم پر جھوٹ باندھے! ایک گروہ ہمارے بارے میں ایسی باتیں کرتا ہے جو خود ہم اپنے بارے میں نہیں کرتے۔ ہم ان سے خدا کی بارگاہ میں بیزاری اختیار کرتے ہیں۔ ان سے بارگاہ خدا میں بیزاری اختیار کرتے ہیں۔[1]

ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں: امام سجادؑ نے فرمایا:

لَعَنَ اللَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيْنَا، إِنِّي ذَكَرْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَبَإٍ فَقَامَتْ كُلُّ شَعْرَةٍ فِي جَسَدِي، لَقَدِ ادَّعَى أَمْراً عَظِيماً مَا لَهُ لَعَنَهُ اللَّهُ، كَانَ عَلِيٌّ (ع) وَ اللَّهِ عَبْداً لِلَّهِ صَالِحاً، أَخُو رَسُولِ اللَّهِ (ص) مَا نَالَ الْكَرَامَةَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا بِطَاعَتِهِ لِلَّهِ وَ لِرَسُولِهِ، وَ مَا نَالَ رَسُولُ اللَّهِ (ص) الْكَرَامَةَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا بِطَاعَتِهِ.

خدا اس شخص پر لعنت کرے جو ہم پر جھوٹ باندھے۔ مجھے عبداللہ بن سباء یاد آگیا۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ بہت بڑا دعوی کر بیٹھا۔ کیوں اس نے ایسا دعوی کیا؟ خدا اس پر لعنت کرے۔ خدا کی قسم! علیؑ خدا کے عبد صالح اور رسول اللہ ﷺ کے برادر تھے۔ انہوں نے فقط خدا اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے ذریعے سے الہی کرامت کو حاصل کیا، اور رسول اللہ ﷺ بھی الہی کرامت تک اطاعت خدا کے ذریعے سے پہنچے۔[2]

ابن مسکان جو امام صادقؑ کے اصحاب میں سے ایک ہیں نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام صادقؑ سے سنا:

[1] اختیار معرفۃ الرجال: ج۱، ص ۳۲۴.

[2] اختیار معرفۃ الرجال: ج۱، ص ۳۲۴.

لَعَنَ اللَّهُ الْمُغِيرَةَ بْنَ سَعِيدٍ إِنَّهُ كَانَ يَكْذِبُ عَلَى أَبِي فَأَذَاقَهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ، لَعَنَ اللَّهُ مَنْ قَالَ فِينَا مَا لَا نَقُولُهُ فِي أَنْفُسِنَا، وَ لَعَنَ اللَّهُ مَنْ أَزَالَنَا عَنِ الْعُبُودِيَّةِ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَنَا وَ إِلَيْهِ مَآبُنَا وَ مَعَادُنَا وَ بِيَدِهِ نَوَاصِينَا.

خدا مغیرہ بن سعید پر لعنت کرے جس نے میرے بابا پر جھوٹ باندھا! خدا اسے گرم لوہے کے عذاب میں مبتلا کرے! خدا لعنت کرے اس شخص پر جو ہمارے بارے میں ایسی باتیں کرتا پھرے کہ جن کے اپنے بارے میں ہم خود ہی قائل نہیں! خدا لعنت کرے اس شخص پر جو ہم سے خدا کی بندگی کو سلب کرے، وہ خدا جس نے ہمیں خلق کیا، ہماری بازگشت اسی کی طرف ہے اور ہمارا اختیار بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔[1]

یہاں تک کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اہلبیتؑ نے اپنی ذات سے خدائی کی نفی کے لیے استدلال بھی کیے ہیں۔ جیسا کہ ایک روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے:

بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ فَإِنَّ مَعِي مَنْ يَنْتَحِلُ مُوَالاتَكُمْ وَ يَزْعُمُ أَنَّ هَذِهِ كُلَّهَا مِنْ صِفَاتِ عَلِيٍّ ع وَ أَنَّهُ هُوَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ فَلَمَّا سَمِعَهَا الرِّضَا ع ارْتَعَدَتْ فَرَائِصُهُ وَ تَصَبَّبَ عَرَقاً وَ قَالَ ﴿سُبْحانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ*﴾ سُبْحَانَهُ عَمَّا يَقُولُ الْكَافِرُونَ عُلُوّاً كَبِيراً أَ وَ لَيْسَ عَلِيٌّ كَانَ آكِلًا فِي الْآكِلِينَ وَ شَارِباً فِي الشَّارِبِينَ وَ نَاكِحاً فِي النَّاكِحِينَ وَ مُحْدِثاً فِي الْمُحْدِثِينَ وَ كَانَ مَعَ ذَلِكَ مُصَلِّياً خَاضِعاً بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ ذَلِيلًا وَ إِلَيْهِ أَوَّاهاً مُنِيباً أَ فَمَنْ هَذِهِ صِفَتُهُ يَكُونُ إِلَهاً فَإِنْ كَانَ هَذَا إِلَهاً فَلَيْسَ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا وَ هُوَ إِلَهٌ لِمُشَارَكَتِهِ لَهُ فِي هَذِهِ الصِّفَاتِ الدَّالَّاتِ عَلَى حَدَثِ كُلِّ مَوْصُوفٍ بِهَا فَقَالَ الرَّجُلُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ إِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ عَلِيّاً لَمَّا أَظْهَرَ مِنْ نَفْسِهِ الْمُعْجِزَاتِ الَّتِي لَا يَقْدِرُ عَلَيْهَا غَيْرُ اللَّهِ دَلَّ عَلَى أَنَّهُ

---

[1] ایضاً: ج۲، ص۴۸۹.

إِلَهٌ وَ لَمَّا ظَهَرَ لَهُمْ بِصِفَاتِ الْمُحْدَثِينَ الْعَاجِزِينَ لَبَّسَ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ وَ امْتَحَنَهُمْ لِيَعْرِفُوهُ وَ لِيَكُونَ إِيمَانُهُمْ اخْتِيَاراً مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَقَالَ الرِّضَا ع أَوَّلُ مَا هَاهُنَا أَنَّهُمْ لَا يَنْفَصِلُونَ مِمَّنْ قَلَبَ هَذَا عَلَيْهِمْ فَقَالَ لَمَّا ظَهَرَ مِنْهُ الْفَقْرُ وَ الْفَاقَةُ دَلَّ عَلَى أَنَّ مَنْ هَذِهِ صِفَاتُهُ وَ شَارَكَهُ فِيهَا الضُّعَفَاءُ الْمُحْتَاجُونَ لَا تَكُونُ الْمُعْجِزَاتُ فِعْلَهُ فَعُلِمَ بِهَذَا أَنَّ الَّذِي أَظْهَرَهُ مِنَ الْمُعْجِزَاتِ إِنَّمَا كَانَتْ فِعْلَ الْقَادِرِ الَّذِي لَا يُشْبِهُ الْمَخْلُوقِينَ لَا فِعْلَ الْمُحْدَثِ الْمُشَارِكِ لِلضُّعَفَاءِ فِي صِفَاتِ الضَّعْفِ.

ایک مرد نے امام رضاؑ نے فرمایا: اے فرزند رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر فدا! بعض افراد جو ہمارے ساتھ ہیں اور آپ کی ولایت کا دعوی بھی کرتے ہیں، ان کا یہ ادعا ہے کہ علیؑ ہی خدا اور عالمین کے رب ہیں؟

جیسے ہی امام نے یہ جملہ سنا، امام کے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا اور ان کے پسینے چھوٹ گئے اور فرمایا: خدا اس سے منزہ و مبرا ہے، جو کچھ یہ ظالم و ستمگر کہتے ہیں خدا اس سے بہت بلند و بالا ہے۔ کیا علیؑ کا شمار کھانے والوں، پینے والوں، ازدواج کرنے والوں اور مخلوقات میں سے ایک مخلوق میں نہیں ہوتا؟ کیا وہ خضوع و خشوع کے ساتھ خدا کی سامنے نماز نہیں پڑھتے تھے اور خدا کی بارگاہ میں بہت زیادہ توبہ کرنے والے نہ تھے؟ جو اس طرح کی خصوصیات رکھتا ہو کیا وہ خدا ہو سکتا ہے؟ اگر وہ ان خصوصیات کے ساتھ خدا ہیں تو پھر تو تم میں سے ہر ایک خدا ہے، کیونکہ اس قسم کی خصوصیات جو کسی موصوف کے حادث ہونے پر دلالت کرتی ہیں، ان خصوصیات میں تم سب علیؑ کے ساتھ شریک ہو۔

اس مرد نے کہا: اے فرزند رسول خدا ﷺ! وہ لوگ مدعی ہیں کہ جب علیؑ نے اپنی ذات سے ایسے معجزات ظاہر کیے جو خدا کے سوا کوئی اور انجام دینے کی قدرت نہیں رکھتا، تو یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خدا ہیں۔ اور جب امام علیؑ ناتوان مخلوقات کی صفات کے ساتھ

آشکار ہوئے تو انہیں شک میں ڈالا اور آزمایا تا کہ وہ انہیں خوب اچھے سے پہچانیں اور ان کا ان پر ایمان ان کی جانب سے اختیار کے ساتھ ہو۔

امام رضاؑ نے فرمایا: پہلی بات جو یہاں بیان ہو گی وہ یہ ہے کہ وہ ان مطالب سے دور اور جدا نہیں ہیں کہ کوئی شخص اسی عقیدے کو خود ان پر پلٹا دے اور کہے: جب علیؑ سے فقر و ناداری ظاہر ہوتی ہے، تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ جو شخص ان صفات کا حامل ہو اور ضعیف اور نیاز مند افراد کی مانند ہو تو پھر اس کا عمل و کردار معجزہ نہیں ہو گا۔ اس بنا پر یہیں سے جان لینا چاہیے کہ جو ان معجزات کو ظاہر کرتا ہے، وہ فقط ایک قادر اور توانا ذات کا فعل ہے جو اپنی مخلوقات سے کوئی شباہت نہیں رکھتا، نہ یہ کہ یہ کسی مخلوق کی جانب سے ہے جو ضعف اور ناتوانی کی صفات میں دوسرے ضعیفوں کے ساتھ شریک ہے۔[1]

یہاں لازم ہے کہ امام کے اس کلام کی جانب اشارہ کیا جائے کہ امام نے جو یہ فرمایا: ہمارے بارے میں جو چاہو کہو، سے مقصود یہ نہیں کہ ان کے بارے میں ہر چیز کہی جائے؛ یہاں تک کہ اگر وہ عقلی قواعد، نصوص قطعی اور طبیعی حقائق سے سازگاری بھی نہ رکھتی ہو۔ بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ ان کے کمالات و مقامات بے شمار ہیں اور جیسا کہ گزر چکا ہے، ان میں سے بعض تو ہمارے فہم عقول اور ادراکات سے بھی باہر ہیں۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں یہ عبارت آئی ہے: ہر گز ان (مقامات کے فہم) تک نہیں پہنچ سکو گے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا:

لَا تَتَجَاوَزُوا بِنَا الْعُبُودِيَّةَ ثُمَّ قُولُوا فِينَا مَا شِئْتُمْ وَ لَنْ تَبْلُغُوا.

---

[1] الاحتجاج: ج ۲، ص ۲۳۴.

ہمیں بندگی سے اوپر نہ لے جاؤ، اس کے بعد جو چاہے ہمارے بارے میں کہو۔[1]

ایک اور مقام پر جناب امیر المومنینؑ ابوذر کو اپنا تعارف کرواتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

يَا أَبَا ذَرٍّ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ خَلِيفَتُهُ عَلَى عِبَادِهِ لَا تَجْعَلُونَا أَرْبَاباً وَ قُولُوا فِي فَضْلِنَا مَا شِئْتُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَبْلُغُونَ كُنْهَ مَا فِينَا وَ لَا نِهَايَتَهُ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ قَدْ أَعْطَانَا أَكْبَرَ وَ أَعْظَمَ مِمَّا يَصِفُهُ وَ أَصِفُكُمْ أَوْ يَخْطُرُ عَلَى قَلْبِ أَحَدِكُمْ فَإِذَا عَرَفْتُمُونَا هَكَذَا فَأَنْتُمُ الْمُؤْمِنُون.

اے ابوذر! میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کے بندوں پر اس کا خلیفہ ہوں، ہمیں اپنا رب قرار نہ دو اور پھر ہماری فضیلت میں جو چاہے کہو کیونکہ تم ہماری کنہ حقیقت و نہایت کو نہیں پا سکتے، کیونکہ خدا وند عالم نے اس سے زیادہ کہ تم ہمارا وصف بیان کر سکو یا (ہماری حقیقت) تم میں سے کسی کے دل میں خطور کرے، ہمیں فضیلت عطا کی ہے۔ پس جب بھی تم نے ہمیں اس طرح جانا تو تم مومن ہو۔[2]

اسی وجہ سے کامل تمار کہتے ہیں:

كُنْتُ عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ لِي يَا كَامِلُ اجْعَلْ لَنَا أَرْبَاباً نَئُوبُ إِلَيْهِمْ وَ نَقُولُ فِيكُمْ مَا شِئْنَا قَالَ فَاسْتَوَى جَالِساً ثُمَّ قَالَ وَ عَسَى أَنْ نَقُولَ مَا خَرَجَ إِلَيْكُمْ مِنْ عِلْمِنَا إِلَّا أَلْفاً غَيْرَ مَعْطُوفَةٍ.

ایک دن میں امام صادقؑ کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ امام نے مجھ سے فرمایا: اے کامل! ہمارے لیے ایک رب کے قائل رہو جس کی جانب ہم نے لوٹنا ہے اور پھر ہمارے بارے میں جو

---

[1] ایضا: ج۲، ص ۲۳۳.

[2] المناقب (للعلوی): ص۶۹؛ بحار الانوار: ج۲۶، ص ۲.

چاہے کہو؛ راوی نے کہا: کیا آپ کے لیے ایک رب کو مانیں جس کی جانب آپ نے لوٹ کر جانا ہے اور اس کے بعد آپ کے بارے میں جو چاہیں کہیں: امام نے فرمایا: اگر چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ ہمارے علم میں سے جو کچھ بھی تمہارے لیے عیاں ہوا ہے وہ ایک پورے الف کے برابر بھی نہیں۔[1]

علامہ مجلسی امام کے اس قول: أَلْفاً غَيْرَ مَعْطُوفَةٍ کی شرح میں کہتے ہیں:

یعنی آدھا حرف، جو بہت کم مقدار پر کنایہ ہے؛ کیونکہ خط کوفی میں آدھا الف سیدھا اور دوسرا آدھا اس صورت ((L)) میں خمیدگی کا حامل ہوتا ہے۔[2]

در حقیقت امام صادقؑ کا یہ قول ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی تشریح کرتا ہے جو آپؐ نے امام علیؑ سے فرمایا تھا:

لَوْ لَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ يُقَالَ فِيكَ مَا قَالَتِ النَّصَارَى فِي الْمَسِيحِ لَقُلْتُ الْيَوْمَ فِيكَ مَقَالَةً لَا تَمُرُّ بِمَلَإٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا أَخَذُوا تُرَابَ نَعْلَيْكَ وَ فَضْلَ وُضُوئِكَ يَسْتَشْفُونَ بِهِ وَ لَكِنْ حَسْبُكَ أَنْ تَكُونَ مِنِّي وَ أَنَا مِنْكَ تَرِثُنِي وَ أَرِثُك.

اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ تیرے بارے میں بھی لوگ وہی کہیں کہ جو عیسائیوں نے عیسیٰ کے بارے میں کہا تھا تو آج میں تیرے لیے ایسی بات کہتا کہ تو جب بھی مسلمانوں کے درمیان کے گزرتا وہ تیرے جوتوں کی خاک اور تیرے وضو کے فاضل پانی کو شفا کے

[1] بصائر الدرجات: ج۲، ص۴۵۹.
[2] بحار الانوار: ج۲۵، ص۲۸۳.

لیے حاصل کرتے۔ لیکن تیرے لیے یہی کافی ہے کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔
میں تجھ سے ارث حاصل کرونگا اور تو مجھ سے ارث لے گا۔[1]

اس بنا پر حلول واتحاد خدا، یا اس (خدا) کے آئمہ کے ساتھ اتحاد کے ادعا کی بے ہودگی بھی روشن ہو جاتی ہے؛ کیونکہ حلول واتحاد کا اعتقاد، غیر خدا کے لیے مقام خدائی کے مدعی ہونے کی جانب پلٹتا ہے؛ کیونکہ حلول واتحاد عرفی لحاظ سے غیر خدا کے لیے ثبوت الوہیت میں واسطہ ہیں اور یہ دونوں (یعنی حلول واتحاد) اس جملے ((اشھد ان لا الہ اللہ)) کے عرفی مفہوم اور گواہی دینے سے نہ فقط یہ کہ مستثنیٰ منہ (لا الہ) کی ترکیب اور مقام سے بھی منافات رکھتا ہے بلکہ مستثنیٰ (الا اللہ) سے بھی منافی ہے۔ کیونکہ کلمہ ((اللہ)) مستثنیٰ کے مقام میں اپنے ثابت مفہوم کی اساس پر، اس ذات کی خصوصیات کی بڑے پیمانے پر نفی کرتا ہے جس کے بارے میں غلو کیا گیا ہے، اور ان خصوصیات میں بازاروں میں راستہ چلنا، کھانا پینا بھی شامل ہے؛ کیونکہ (اللہ) یعنی وہ جو تمام صفات کمالی کا حامل ہے، اور ان صفات اور کھانے پینے وغیرہ کی نفی کرتا ہے۔[2]

دوسرا قول: آئمہؑ کے لیے نبوت کا دعویٰ کرنا

غالیوں کے دوسرے گروہ نے آئمہ کے لیے نبوت کا دعویٰ کیا۔ جیسا کہ سدیر ایک حدیث میں کہتے ہیں:

قُلْتُ وَ عِنْدَنَا قَوْمٌ يَزْعُمُونَ أَنَّكُمْ رُسُلٌ يَقْرَءُونَ عَلَيْنَا بِذَلِكَ قُرْآناً ﴿يا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّباتِ وَ اعْمَلُوا صالِحاً إِنِّي بِما تَعْمَلُونَ عَلِيم[3]﴾

---

[1] مناقب آل ابی طالب: ج۱، ص۲۶۷؛ بحار الانوار: ج۲۵، ص۲۸۴.
[2] بحوث فی شرح العروۃ الوثقیٰ: ج۳، ص۳۸۵.
[3] مومنون: ۵۱.

میں نے امام صادقؑ سے عرض کیا: ہمارے یہاں ایک گروہ ہے جو اس بات کے مدعی ہیں کہ آپ رسول ہیں اور اس حوالے سے وہ ہمارے سامنے اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں: ﴿اے انبیاء! پاکیزہ غذاؤں میں سے کھاؤ اور عمل صالح انجام دو کہ میں اس سے باخبر ہوں جو تم انجام دیتے ہو﴾۔[1]

اہلبیتؑ نے بھی اس قسم کے قول کے جواب میں تدبیر اور شدت کے ساتھ اپنی جانب سے تمام تر اقدامات کیے اور لعنت کے ساتھ ان غالیوں سے اظہار برائت کیا۔

جو روایت سدیر سے گزر چکی ہے اس کے ذیل میں امام صادقؑ فرماتے ہیں:

فَقَالَ يَا سَدِيرُ سَمْعِي وَ بَصَرِي وَ شَعْرِي وَ بَشَرِي وَ لَحْمِي وَ دَمِي مِنْ هَؤُلَاءِ بِرَاءٌ وَ بَرِئَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَ رَسُولُهُ مَا هَؤُلَاءِ عَلَى دِينِي وَ لَا عَلَى دِينِ آبَائِي وَ اللَّهِ لَا يَجْمَعُنِي اللَّهُ وَ إِيَّاهُمْ- يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا وَ هُوَ سَاخِطٌ عَلَيْهِم.

اے سدیر! میرے کان، آنکھیں، بال، کھال، گوشت اور خون ان غالیوں سے بیزار ہیں، خدا اور اس کا رسول بھی ان سے بری ہیں۔ یہ میرے اور میرے اجداد کے دین پر نہیں۔ خدا کی قسم! خدا مجھے اور انہیں قیامت میں ایک جگہ جمع نہیں کرے گا مگر یہ کہ ان پر غضبناک ہو گا۔[2]

ایسے ہی امام رضاؑ فرماتے ہیں:

فَمَنِ ادَّعَى لِلْأَنْبِيَاءِ رُبُوبِيَّةً وَ ادَّعَى لِلْأَئِمَّةِ رُبُوبِيَّةً أَوْ نُبُوَّةً أَوْ لِغَيْرِ الْأَئِمَّةِ إِمَامَةً فَنَحْنُ مِنْهُ بُرَءَاءُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَة.

---

[1] اصول کافی: ج۱، ص۲۶۹.

[2] ایضاً.

جو کوئی بھی انبیاؑ کے لیے ربوبیت اور آئمہؑ کے لیے ربوبیت یا نبوت کا دعویٰ کرے یا کسی غیر امام کے لیے بھی، تو ہم اس سے دنیا و آخرت میں بیزار ہیں۔[1]

ابو العباس بقباق کہتے ہیں:

تَدَارَأَ ابْنُ أَبِي يَعْفُورٍ وَ مُعَلَّى بْنُ خُنَيْسٍ، فَقَالَ ابْنُ أَبِي يَعْفُورٍ:الْأَوْصِيَاءُ عُلَمَاءُ أَبْرَارٌ أَتْقِيَاءُ، وَ قَالَ ابْنُ خُنَيْسٍ: الْأَوْصِيَاءُ أَنْبِيَاءُ، قَالَ فَدَخَلَا عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) قَالَ، فَلَمَّا اسْتَقَرَّ مَجْلِسُهُمَا، قَالَ، فَبَدَأَهُمَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (ع) فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ ابْرَأْ مِمَّنْ قَالَ إِنَّا أَنْبِيَاءُ.

ابن ابی یعفور اور معلی بن خنیس ایک دوسرے سے بحث و گفتگو کر رہے تھے۔ ابن ابی یعفور نے کہا: اوصیاء عالم، صالح اور متقی افراد ہیں، اور ابن خنیس کا کہنا تھا: اوصیاء انبیاء ہیں۔ اسی اثنا میں یہ امام صادقؑ کے پاس گئے، پھر جب یہ ان کے سامنے آرام سے بیٹھ گئے تو امام نے ان سے بات کا آغاز کیا اور فرمایا: اے خدا کے بندو جو کوئی بھی یہ کہے کہ ہم انبیاء ہیں تو میں اس سے بیزار ہوں۔[2]

حسن وشاء بعض اصحاب کے طریق سے امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ امام نے فرمایا:

مَنْ قَالَ إِنَّا أَنْبِيَاءُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ، وَ مَنْ شَكَّ فِي ذَلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ.

جو کوئی بھی یہ کہے کہ ہم انبیاء ہیں تو اس پر خدا کی لعنت، اور جو کوئی اس میں شک کرے اس پر بھی خدا کی لعنت۔[3]

---

[1] عیون اخبار الرضاء: ج ۲، ص ۲۱۷.

[2] اختیار معرفۃ الرجال: ج ۲، ص ۵۱۵.

[3] ایضاً: ص ۵۹۰.

ابو بصیر سے منقول ہے کہ امام صادقؑ نے مجھ سے فرمایا:

يَا أَبَا مُحَمَّدٍ ابْرَأْ مِمَّنْ يَزْعَمُ أَنَّا أَرْبَابٌ قُلْتُ بَرِئَ اللَّهُ مِنْهُ، فَقَالَ ابْرَأْ مِمَّنْ يَزْعَمُ أَنَّا أَنْبِيَاءُ قُلْتُ بَرِئَ اللَّهُ مِنْهُ.

اے ابو محمد! میں ہر اس شخص سے بیزار ہوں جو یہ خیال کرے کہ ہم پروردگار ہیں، خدا ان سے بیزار ہو! پھر فرمایا: میں اس سے بھی بری ہوں جو یہ خیال کرے کہ ہم انبیاء ہیں۔ میں نے کہا: خدا ان سے بیزار ہو۔[1]

برید بن معاویہ نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام باقر اور امام صادقؑ سے پوچھا:

مَا مَنْزِلَتُكُمْ وَ مَنْ تُشْبِهُونَ مِمَّنْ مَضَى قَالَ صَاحِبُ مُوسَى وَ ذُو الْقَرْنَيْنِ كَانَا عَالِمَيْنِ وَ لَمْ يَكُونَا نَبِيَّيْنِ.

آپ کا کیا مقام و منزلت ہے؟ اور آپ گزشتگان میں سے کس کی شبیہ ہیں؟ کہا ہم موسیٰؑ کے دوست اور ذوالقرنین کی شبیہ ہیں، وہ دونوں عالم تھے لیکن نبی نہیں تھے۔[2]

تیسرا قول: خدا کی تعلیم اور الہام کے بنا اہلبیتؑ کے لیے علم غیب کا دعویٰ

اہلبیتؑ کے بارے میں غالیوں کے اقوال میں سے ان کے لیے مستقل طور پر الٰہی تعلیم و الہام کے بنا ہی علم غیب کا ادعا کرنا ہے۔

اس ادعا کا بے ہودہ ہونا واضحات میں سے ہے؛ چونکہ روشن ہے کہ علم غیب میں استقلال خداوند متعال سے خاص ہے اور کوئی بھی مخلوق چاہے وہ کتنے بھی بلند و بالا مرتبے کی حامل کیوں نہ ہو اور خدا اسے کتنی ہی

[1] ایضاً: ص ۵۸۷.

[2] اصول کافی: ج ۱، ص ۲۶۹.

نزدیک کیوں نہ ہو، مستقل طور پر علم غیب سے آگاہی کی قدرت نہیں رکھتی۔ ایسے ہی یہ بھی روشن ہے کہ انبیاء اور آئمہ کے پاس جتنے بھی علوم و معارف تھے وہ سب کے سب تعلیم اور اذن الٰہی سے تھے اور یہ بات محال ہے کہ فیض الٰہی کے بغیر یہ افراد کوئی مطلب جان سکیں۔

غالیوں کی رد میں جو نامہ امام زمانہؑ نے محمد بن علی بن ہلال کرخی کے جواب میں لکھا تھا، اُس میں اس طرح آیا ہے:

يَا مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ تَعَالَى اللَّهُ وَ جَلَ ﴿عَمَّا يَصِفُونَ*﴾ سُبْحَانَهُ وَ بِحَمْدِهِ لَيْسَ نَحْنُ شُرَكَاؤُهُ فِي عِلْمِهِ وَ لَا فِي قُدْرَتِهِ بَلْ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ غَيْرُهُ كَمَا قَالَ فِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ تَبَارَكَتْ أَسْمَاؤُهُ ﴿قُلْ لا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّماواتِ وَ الْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ[1]﴾ وَ أَنَا وَ جَمِيعُ آبَائِي مِنَ الْأَوَّلِينَ آدَمَ وَ نُوحٍ وَ إِبْرَاهِيمَ وَ مُوسَى وَ غَيْرِهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَ مِنَ الْآخِرِين مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ وَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ مَضَى مِنَ الْأَئِمَّةِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ إِلَى مَبْلَغِ أَيَّامِي وَ مُنْتَهَى عَصْرِي عَبِيدُ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَ ﴿مَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكاً وَ نَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيامَةِ أَعْمى. قالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِيراً. قالَ كَذلِكَ أَتَتْكَ آياتُنا فَنَسِيتَها وَ كَذلِكَ الْيَوْمَ تُنْسى[2]﴾ يَا مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ قَدْ آذَانَا جُهَلَاءُ الشِّيعَةِ وَ حُمَقَاؤُهُمْ وَ مَنْ دِينُهُ جَنَاحُ الْبَعُوضَةِ أَرْجَحُ مِنْهُ فَأُشْهِدُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَ ﴿كَفى بِهِ شَهِيداً﴾ وَ رَسُولَهُ مُحَمَّداً ص وَ مَلَائِكَتَهُ وَ أَنْبِيَاءَهُ وَ أَوْلِيَاءَهُ ع وَ أُشْهِدُكَ وَ أُشْهِدُ كُلَّ مَنْ سَمِعَ كِتَابِي هَذَا أَنِّي بَرِيءٌ إِلَى اللَّهِ وَ إِلَى رَسُولِهِ مِمَّنْ يَقُولُ إِنَّا نَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ نُشَارِكُهُ فِي مُلْكِهِ أَوْ يُحِلُّنَا مَحَلًّا سِوَى الْمَحَلِّ الَّذِي رَضِيَهُ اللَّهُ لَنَا

---

[1] النمل: ٦٥.

[2] طہ: ۱۲۴- ۱۲۶.

وَ خَلَقَنَا لَهُ أَوْ يَتَعَدَّى بِنَا عَمَّا قَدْ فَسَّرْتُهُ لَكَ وَ بَيَّنْتُهُ فِي صَدْرِ كِتَابِي وَ أُشْهِدُكُمْ أَنَّ كُلَّ مَنْ نَبْرَأُ مِنْهُ فَإِنَّ اللَّهَ يَبْرَأُ مِنْهُ وَ مَلَائِكَتُهُ وَ رُسُلُهُ وَ أَوْلِيَاؤُهُ وَ جَعَلْتُ هَذَا التَّوْقِيعَ الَّذِي فِي هَذَا الْكِتَابِ أَمَانَةً فِي عُنُقِكَ وَ عُنُقِ مَنْ سَمِعَهُ أَنْ لَا يَكْتُمَهُ لِأَحَدٍ مِنْ مَوَالِيَّ وَ شِيعَتِي حَتَّى يَظْهَرَ عَلَى هَذَا التَّوْقِيعِ الْكُلُّ مِنَ الْمَوَالِي لَعَلَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَتَلَافَاهُمْ فَيَرْجِعُونَ إِلَى دِينِ اللَّهِ الْحَقِّ وَ يَنْتَهُونَ عَمَّا لَا يَعْلَمُونَ مُنْتَهَى أَمْرِهِ وَ لَا يَبْلُغُ مُنْتَهَاهُ فَكُلُّ مَنْ فَهِمَ كِتَابِي وَ لَا يَرْجِعُ إِلَى مَا قَدْ أَمَرْتُهُ وَ نَهَيْتُهُ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَيْهِ اللَّعْنَةُ مِنَ اللَّهِ وَ مِمَّنْ ذَكَرْتُ مِنْ عِبَادِهِ الصَّالِحِينَ.

اے محمد بن علی! خدا اس سے بلند و بالا ہے جو لوگ اس کی توصیف کرتے ہیں، وہ پاک و منزہ اور ستائش کے لائق ہے اور ہم اس کے علم اور قدرت میں اس کے شریک نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے سوا غیب کوئی نہیں جانتا؛ جیسا کہ وہ اپنی محکم کتاب کی آیت میں فرماتا ہے: ﴿کہو کہ جو کوئی بھی آسمان و زمین میں ہے وہ غیب نہیں جانتا مگر خدا جانتا ہے﴾ میں اور میرے تمام آباء ہم سے پہلی شخصیات سے: جن میں آدم و نوح و ابراہیم و موسی و عیسی اور دوسرے انبیاء ہیں اور آخرین میں سے محمد رسول اللہ و علی بن ابی طالب و حسن و حسین اور دوسرے گزشتہ آئمہ اور میں اپنی زندگی کے آخری ایام اور اپنے زمانے کے اختتام تک، ہم سب کے سب خدا کے بندے ہیں۔

میں خدا کو گواہ قرار دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اس کا گواہ ہونا ہی میرے لیے کافی ہے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اس کے بھیجے ہوئے ہیں، فرشتوں، رسولوں، اللہ کے اولیاء اور تجھے اور جو کوئی بھی میرا پیغام سن رہا ہے اسے گواہ بناتا ہوں۔ جو اس بات کے قائل ہیں کہ ہم غیب جانتے ہیں، یا خدا کی حاکمیت و قلمرو میں اس کے شریک ہیں، یا ہمارے لیے کوئی ایسا مقام ہے جو اس مقام کے علاوہ ہے جو خدا نے ہمیں بخشا ہے اور اس کے لیے ہمیں خلق کیا ہے یا وہ جو

ہمارے بارے میں اس حد سے گزر جائے جسے میں نے شروع کلام میں بیان کیا ہے، تو میں ایسے شخص سے خدا اور اس کے رسول کی بارگاہ میں بیزاری اختیار کرتا ہوں اور تمہیں اس پر گواہ بناتا ہوں، اور جس سے بھی ہم بیزاری اختیار کریں، خدا، اس کے فرشتے، اس کے رسول، اور اس کے اولیاء بھی اس سے بیزار ہیں۔

اس خط میں جو پیغام ہے میں نے اسے تیرے لیے اور جو بھی اسے سنے ایک امانت قرار دیا ہے کہ وہ اسے ہمارے پیروکاروں اور شیعوں سے مخفی نہ رکھے تاکہ میرے تمام پیروکار اس پیغام کے متن سے آگاہ ہو جائیں۔ شاید خدا انہیں ہدایت کرے اور وہ دین حق کی جانب پلٹا دے اور وہ امور جن کے اختتام سے یہ واقف نہیں اور اس تک نہیں پہنچ سکتے، ان سے پرہیز کریں۔ اس بنا پر جو کوئی بھی میرے اس خط کو پائے اور جو میں نے حکم دیا ہے اس کی طرف نہ پلٹے، تو خدا کی اور اس کے صالح بندوں کی اس پر لعنت ہو۔[1]

ابن ابی عمیر، ابن مغیرہ سے نقل کرتے ہیں:

كُنْتُ أَنَا وَ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ عِنْدَ أَبِي الْحَسَنِ ع فَقَالَ لَهُ يَحْيَى جُعِلْتُ فِدَاكَ إِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ تَعْلَمُ الْغَيْبَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ ضَعْ يَدَكَ عَلَى رَأْسِي فَوَ اللَّهِ مَا بَقِيَتْ شَعْرَةٌ فِيهِ وَ لَا فِي جَسَدِي إِلَّا قَامَتْ ثُمَّ قَالَ لَا وَ اللَّهِ مَا هِيَ إِلَّا وِرَاثَةٌ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ص.

میں اور یحیی بن عبداللہ بن حسن امام موسی کاظمؑ کی خدمت میں موجود تھے۔ یحیی نے امام سے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں! لوگ دعوی کرتے ہیں کہ آپ غیب جانتے ہیں؟ امام نے

---

[1] الاحتجاج: ج ۲ ص ۲۸۸.

فرمایا: سبحان اللہ ! اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھ۔ خدا کی قسم ! میرے سر و جسم کے تمام بال کھڑے ہو گئے ہیں ۔ اس کے بعد فرمایا: خدا کی قسم ! جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا گیا ارث ہے۔ [1]

اسی وجہ سے شیخ مفید کہتے ہیں:

اس کلام کی بے ہودگی اور فساد ظاہر ہے کہ آئمہ غیب جانتے ہیں۔ کیونکہ یہ وصف اسی کے لیے شائستہ ہے جو خود سے اشیاء کا علم رکھتا ہو نہ یہ کہ اس علم کے تحت جو کسی دوسرے سے حاصل کیا گیا ہو اور یہ صفت خدا کے سوا کسی اور پر صادق نہیں آتی اور امامیہ سوائے چند مفوضہ اور غالیوں کے علاوہ اسی قول کی جانب میلان رکھتے ہیں اور انہوں نے اسی نظریے کو قبول کیا ہے۔ [2]

آلوسی اس آیہ ((کہو جو کوئی بھی زمین و آسمان میں ہے غیب نہیں جانتا مگر اللہ جانتا ہے)) کے ذیل میں کہتے ہیں:

حق یہی ہے کہ جس علم غیب کی غیر خدا سے نفی ہوئی ہے وہ وہ علم ہے جو کسی شخص کے لیے بنا کسی واسطے کے ثابت ہو اور یہ مطلب عرشیوں اور فرشیوں میں سے کسی ایک کے لیے بھی معقول نہیں؛ کیونکہ وہ اپنی ذات اور صفات میں ممکن الوجود ہیں اور ممکن الوجود ہونا اس بات سے مانع ہے کہ وہ بنا واسطے کسی چیز کو جانیں۔

---

[1] ترتیب الامالی، محمد جواد محمودی: ج ۳، ص ۹۴.
[2] اوائل المقالات: ص ۷۷.

وہ علم جو خدا کے خاص بندوں کو حاصل ہوتا ہے، وہ اس نفی شدہ علم استقلالی کی قسم سے نہیں ہے۔ بلکہ لازم ہے کہ وہ خدائے واجب الوجود کی جانب سے ان کو دیا جائے۔ جس کے نتیجے میں انہیں یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ علم غیب کو بنا کسی واسطے کے (استقلالی) طور پر جانتے ہیں اور جو کوئی بھی اس معنی میں اس بات کا قائل ہو جائے قطعی طور پر اس نے کفر کیا ہے۔ بلکہ کہا تو یہ جاتا ہے کہ یہ غیب سے آگاہ ہوئے ہیں یا غیب ان کے لیے آشکار ہوا ہے یا اسی کے مانند دوسرے اقوال، کہ جن میں ان کے لیے علم کے ثبوت میں واسطہ سمجھا جاتا ہے۔ جو کچھ کہا گیا ہے اس کا مؤید یہ ہے کہ قرآن کریم میں علم غیب کی غیر خدا کے لیے نسبت وارد نہیں ہوئی، لیکن ایسے رسول کے لیے غیب کو آشکار کرنا وارد ہوا ہے جس سے خدائے سبحان راضی ہو۔[۱]

چوتھا قول: آئمہ کی ارواح کے تناسخ کا اعتقاد

اس طرح، جیسے تناسخ کے قائلین جو کہ معاد جسمانی کے منکر ہیں، اعتقاد رکھتے ہیں، تناسخ مرنے کے بعد اسی دنیا میں نفس ناطقہ کا ایک بدن سے دوسرے انسان کے بدن میں منتقل ہونا ہے۔[۲] غالیوں کا یہ گروہ مدعی ہے کہ آئمہ کی ارواح خود انہی کے مابین تناسخ و انتقال پاتی ہیں۔ واضح سی بات ہے کہ یہ دعویٰ عقل و نقل دونوں کی بنا پر باطل ہے۔

[۱] روح المعانی: ج ۲۰، ص ۱۱۔
[۲] موسوعۃ کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم: تھانوی: ج ۱، ص ۵۱۲۔

عقلی حوالے سے اس کے بطلان پر یہ دلیل ہے کہ معاد کی مباحث میں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ تناسخ ارواح پر اصل اعتقاد ہی محال ہے؛ کیونکہ یہ نفس انسانی کے ازلی ہونے کا مستلزم ہے۔ اور ساتھ ہی اس سے اجسام متناسخ کے لیے عدد لا متناہی کا ہونا لازم آتا ہے۔

میر داماد کہتے ہیں:

تناسخ کا اعتقاد رکھنا اس وقت درست ہو سکتا ہے جب تناقل و تناسخ کے قول کے مطابق ایک کے بعد ایک اجساد کی تدبیر کرنے والا نفس، ازلی ہو اور ساتھ ہی ہم ان متناسخ اجساد کے عدد کے ازلی اور غیر متناہی ہونے کے قائل ہوں، جیسا کہ تناسخ کے معتقدین کے درمیان مشہور ہے۔ جبکہ اجساد کے غیر متناہی عدد کے محال ہونے پر براہین موجود ہیں جو تحقق ترتب اور وجود میں اجتماع کے وجود کے ساتھ متن واقع کے حساب سے کہ جسے ظرف زمان کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔ ہر چند کہ جاری ہونے، تدریجی ہونے، فوت ہو جانے اور ملحق ہونے کے ظرف کے حساب سے یعنی زمان کے حساب سے، ایک تعقب کے سوا اور کوئی چیز حاصل نہیں ہو گی۔ اس صورت میں اس سلسلہ اجساد کے لیے جو ایک کے بعد ایک آ رہا ہے، ازلی ہونے کی جہت سے ، لازم ہے کہ پہلے جسد کو اس سلسلے کا مبداء اور آغاز معین کیا جائے جو استعدادی مزاج کی جہت سے یہ قابلیت رکھتا ہو تا کہ نفس مجرد اس سے تعلق قائم کرے تا کہ یہ پہلے جسد کی تدبیر اور اس میں تصرف کرے۔ اور یہ قابلیت، فیاض حقیقی یعنی حق تعالی کی جانب سے افاضہ فیض کی اصل ہے۔

اس مطلب کے روشن ہونے سے یہ آشکار ہو جاتا ہے کہ ہر ہیولائی جسم جو مزاج جسمانی کی خصوصیات اور اس کی استعداد کا استحقاق رکھتا ہو وہ اپنے ہی ایک خاص جوہر مجرد کا سزاوار ہے

تا کہ اس کی تدبیر کرے اور اس سے وابستہ ہو اور اس میں تصرف کرے اور اس پر مسلط ہو۔[1]

البتہ تناسخ کے بطلان پر نقلی دلائل وہی کلام اہلبیتؑ ہے جس میں انہوں نے اس قسم کے اعتقاد کو باطل قرار دیا ہے۔

حسن بن جہم کہتے ہیں:

فَقَالَ الْمَأْمُونُ يَا أَبَا الْحَسَنِ فَمَا تَقُولُ فِي الْقَائِلِينَ بِالتَّنَاسُخِ فَقَالَ الرِّضَا ع مَنْ قَالَ بِالتَّنَاسُخِ فَهُوَ كَافِرٌ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ مُكَذِّبٌ بِالْجَنَّةِ وَ النَّارِ..

مامون نے امام رضاؑ سے کہا: اے ابا الحسن! آپ تناسخ کے قائلین کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

امام نے فرمایا: جو تناسخ کا قائل ہے اس نے خدائے عظیم کا کفر اختیار کیا ہے، اس نے جنت و جہنم کا انکار کیا ہے۔[2]

حسن بن خالد صیرفی کہتے ہیں:

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الرِّضَا ع مَنْ قَالَ بِالتَّنَاسُخِ فَهُوَ كَافِر.

امام رضاؑ نے فرمایا: جو کوئی بھی تناسخ کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔[3]

پانچواں قول: تفویض استقلالی کا دعویٰ

غالیوں کے اقوال میں سے یہ بھی ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کے کام جیسے زندہ کرنا، موت دینا، روزی دینا، بخشش و منع اور انہیں جیسے دوسرے امور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلبیتؑ کو تفویض کر دیا ہے۔ ایسے ہی

---

[1] نقل از بحار الانوار: ج ۴، ص ۳۲۱.

[2] عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۲۱۸.

[3] ایضاً.

خداوند متعال نے قانون گزاری کا کام بھی رسول اللہ ﷺ اور آئمہؑ کے سپرد کر دیا ہے۔ اس بنا پر یہ مستقل طور پر لوگوں کے امور کی تدبیر کرتے ہیں چاہیں وہ عالم تکوین سے متعلق ہوں، عالم تشریع سے متعلق ہوں یا پھر قانون گزاری سے۔

اشعری کہتا ہے:

غالیوں کا پندرہواں گروہ اس بات کا مدعی ہے کہ خدا نے تمام کام محمد ﷺ کے سپرد کر دیے ہیں، اور وہ جہان کی خلقت پر قدرت رکھتے ہیں، اس لیے انہوں نے اسے خلق کر کے اس کی تدبیر کی اور خدا نے تو اس جہان میں سے بہت کم چیزوں کے علاوہ کسی کو خلق نہیں کیا۔ ان میں سے بہت سے علیؑ کے بارے میں بھی یہی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آئمہؑ ادیان اور شریعتوں کو نسخ کرتے ہیں۔[1]

آیت اللہ العظمیٰ الخوئی کہتے ہیں:

غالیوں میں سے بعض خدائے سبحان کی الوہیت کا تو اعتراف کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی میں معتقد ہیں کہ تشریع و تکوین سے مربوط تمام امور امیر المومنینؑ یا آئمہ میں سے کسی ایک کے ہاتھ میں ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ زندہ کرتے ہیں اور وہی مارتے ہیں اور وہی خالق ہیں اور وہی رازق۔

جو کچھ بیان ہوا ہے یہی عقیدہ تفویض ہے؛ کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ خدائے سبحان نے خود کو بعض بادشاہوں یا حاکموں کی طرح اپنی مملکت کے امور کی تدبیر سے ایک طرف کر لیا

[1] مقالات اسلامیین و اختلاف المصلین: ص ۱۶۔

ہے اور یہ سب اس نے اپنے وزیروں میں سے کسی ایک کے سپرد کر دیا ہے۔[1]

اس عقیدے میں موجود جھول کے آشکار ہونے کے لیے لازم ہے کہ اس طرح سے ایک دقیق مقدمہ پیش کیا جائے جو ہدف تک رسائی کو آسان بنا دے اور غلطی کے وقوع پزیر ہونے میں مانع بھی رہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ تفویض دو قسم کی ہے: کبھی عالم تکوین میں اور کبھی عالم تشریع میں۔

عالم تکوین میں تفویض

عالم تکوین میں تفویض دو قسم کی ہے:

۱۔ تفویض استقلالی:

جیسا کہ اشارہ ہوا ہے اس سے منظور یہ ہے کہ خدائے متعال نے بندوں کے امور کو استقلال اور اصالت حاکمیت مطلق کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہؑ کے سپرد کر دیا ہے۔ اس وجہ سے وہ جو چاہتے ہیں اور ارادہ کرتے ہیں انجام دیتے ہیں۔ تفویض کے یہ معنی وہی ہیں جو اس بحث میں غالیوں کا دعویٰ ہے۔

۲۔ تفویض باذن الٰہی:

اس سے مقصود یہ ہے کہ خداوند متعال نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہؑ کو اپنے اذن سے امور تکوینی میں تصرف کرنے کے لیے ولایت و قدرت عطا کی ہے۔ اس رو سے وہ خدا کی قدرت سے ہٹ کر کوئی کام انجام نہیں دیتے۔ پس وہ زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں، لیکن استقلالی طور پر نہیں بلکہ اذن الٰہی کی بنا پر۔

---

[1] التنقیح فی شرح العروۃ الوثقیٰ: ج ۳، ص ۷۴.

اس مقدمے کے روشن ہونے کے ساتھ (ہم کہتے ہیں کہ) ہم اس بات کے قائل ہیں کہ تفویض استقلالی بالیقین باطل ہے اور اس کے بطلان پر عقلی و نقلی دلائل موجود ہیں؛ کیونکہ کسی بشر کو عالم تکوین میں استقلالی طور پر تصرف کا تفویض ہونا، خدا کی حاکمیت و سلطنت و قدرت سے خارج ہونے کے معنی میں ہے اور اس کا لازمہ خدائے سبحان کے لیے شریک کا اثبات ہے۔

بہت سی آیات و روایات واضح طور پر اس قسم کی تفویض کے بطلان کی بیانگر ہیں۔ حقیقت میں ہر ممکن الوجود، ہر ہر لحظے، حدوث و بقا میں خدائے متعال کا نیاز مند و محتاج ہے اور خدائے قادر و یگانہ کی قدرت سے خارج ہونا اور استقلال حاصل کرنے کا امکان موجود نہیں۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جس تفویض استقلالی کا دعوی غالی کرتے ہیں، وہ وہی موضوع ہے جس کے معتزلہ بحث قضا و قدر میں معتقد ہیں۔[1]

[بیان مطلب] ہر چند کہ اصل وجود اور قدرت میں انسان خدائے سبحان کا نیاز مند ہے، لیکن اس قدرت کو کسی فعل کے انجام دینے یا ترک کرنے کے سلسلے میں استعمال کرنے میں بطور کامل مستقل ہے۔ یہاں تک کہ اس تفکر کے معتقدین کی طرف یہ نسبت بھی دی جاتی ہے کہ وہ قائل ہیں: اگر واجب الوجود (خدا) انسان کو ایجاد کرنے کے بعد معدوم ہو جائے، تو اس سے انسان کے وجود کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا؛ کیونکہ انسان کا وجود (اپنی) اصل میں مبداء کا نیاز مند ہے نہ کہ فعل و ترک کے حوالے سے قدرت کو استعمال کرنے کے سلسلے میں۔

اس قسم کی تفویض، تفویض اعتزالی کے نام سے مشہور ہے اور مکتب اہلبیتؑ جو نظریہ امر بین الامرین

---

[1] رجوع کیجیے: التوحید، بحوث فی مراتبہ و معطیاتہ، سید کمال الحیدری: ج ۲، ص ۳۸.

کا قائل ہے کی نگاہ میں مردود اور باطل ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس بات کی اس کے اپنے مقام پر توضیح دی ہے۔

شاید بہترین کلام جو تفویض کی ان دو اقسام میں تمیز کر سکے، امیر المومنین علیؑ کا کلام ہے؛ علی بن یقطین، امام موسی کاظمؑ سے نقل کرتے ہیں کہ امام کاظمؑ نے فرمایا:

مَرَّ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع بِجَمَاعَةٍ بِالْكُوفَةِ وَ هُم يَخْتَصِمُونَ فِي الْقَدَرِ فَقَالَ لِمُتَكَلِّمِهِمْ أَ بِاللَّهِ تَسْتَطِيعُ أَمْ مَعَ اللَّهِ أَمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ تَسْتَطِيعُ فَلَمْ يَدْرِ مَا يَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع إِنَّكَ إِنْ زَعَمْتَ أَنَّكَ بِاللَّهِ تَسْتَطِيعُ فَلَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ وَ إِنْ زَعَمْتَ أَنَّكَ مَعَ اللَّهِ تَسْتَطِيعُ فَقَدْ زَعَمْتَ أَنَّكَ شَرِيكٌ مَعَهُ فِي مِلْكِهِ وَ إِنْ زَعَمْتَ أَنَّكَ مِنْ دُونِ اللَّهِ تَسْتَطِيعُ فَقَدِ ادَّعَيْتَ الرُّبُوبِيَّةَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَا بَلْ بِاللَّهِ أَسْتَطِيعُ فَقَالَ ع أَمَا إِنَّكَ لَوْ قُلْتَ غَيْرَ هَذَا لَضَرَبْتُ عُنُقَك.

امیر المومنینؑ کوفیوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزر رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے قدر الہی کے بارے میں بحث و مناقشہ کر رہے تھے۔ امام نے ان کے سخن گو سے پوچھا: کیا تو اپنے کام خدا کی مدد سے انجام دیتا ہے، یا اس کی مدد کے ساتھ انجام دیتا ہے، یا فقط اپنی طاقت سے انجام دیتا ہے؟ اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ جناب امیر کو کیا جواب دے۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: اگر تو اس بات کا مدعی ہو کہ تو خدا کی مدد سے قدرت رکھتا ہے، تو اس صورت میں تیرے پاس اپنا کچھ نہیں ہے؛ اگر دعویٰ کرتا ہے کہ خدا کے ساتھ قدرت رکھتا ہے تو اس صورت میں تو خدا کے ساتھ اس کی ملک میں شریک ہونے کا مدعی ہے؛ اور اگر تیرا دعویٰ ہے کہ تو خدا کے بغیر قدرت رکھتا ہے تو اس صورت میں نے تو ربوبیت کا دعویٰ کیا ہے اور خدا کی جگہ پر خدائی کا مدعی ہوا ہے۔ اس نے عرض کی: اے امیر المومنینؑ! ایسا نہیں ہے، بلکہ میں تو خدا کی مدد کے

ساتھ قدرت رکھتا ہوں۔ امام نے فرمایا: جان لے! کہ اگر اس کے علاوہ کوئی اور جواب دیتا تو تیری گردن مار دیتا![1]

عبایہ بن ربعی نے امیر المومنینؑ سے اس استطاعت کے بارے میں سوال کیا جس کے ذریعے سے کھڑا ہوا جاتا ہے، اور کام کیے جاتے ہیں؛ امام نے جواب میں فرمایا:

إِنَّكَ سَأَلْتَ عَنِ الِاسْتِطَاعَةِ فَهَلْ تَمَلِكُهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْ مَعَ اللَّهِ فَسَكَتَ عَبَايَةُ

تو نے استطاعت کے بارے میں سوال کیا ہے۔ کیا تو خدا کے بنا اس استطاعت کا حامل ہے یا خدا کے ساتھ۔ عبایہ خاموش ہو گئے۔

اس مقام پر عبایہ کا خاموش ہونا ہی بنتا تھا کیونکہ اگر وہ کہتے کہ میں خدا کے بنا ہی اس استطاعت کا مالک ہوں تو یہ وہی تفویض باطل تھی اور اگر کہتے میں خدا کے ساتھ اس کا مالک ہوں تو اس کا کلام شرک کے زمرے میں آتا۔ عبایہ کے پاس ان دونوں میں پھنس جانے کے بعد اس کے علاوہ کوئی اور چارہ تھا ہی نہیں کہ وہ خاموشی اختیار کریں۔

فَقَالَ عَبَايَةُ فَمَا أَقُولُ قَالَ ع

امام نے ان سے دوبارہ پوچھا: اے عبایہ جواب دو! کہنے لگے اے امیر المومنینؑ کیا کہوں؟!

اس وقت امام نے فرمایا:

تَقُولُ إِنَّكَ تَمْلِكُهَا بِاللَّهِ الَّذِي يَمْلِكُهَا مِنْ دُونِكَ فَإِنْ مَلَّكَكَ إِيَّاهَا كَانَ ذَلِكَ مِنْ عَطَائِهِ وَ إِنْ سَلَبَكَهَا كَانَ ذَلِكَ مِنْ بَلَائِهِ فَهُوَ الْمَالِكُ لِمَا مَلَّكَكَ وَ الْقَادِرُ عَلَى مَا عَلَيْهِ أَقْدَرَكَ.

---

[1] التوحید: شیخ صدوق: ص ٣٤٣.

کہہ: میں اس کا مالک ہوں خدا کی مدد سے، وہی خدا جس نے یہ قدرت دوسرے کو بھی عطا کی ہے اور اگر اس نے تجھے اس کا مالک بنایا ہے تو یہ اس کی عطا میں سے ہے اور اگر وہ تجھ سے یہ سلب کر لے تو یہ اس کی بلا میں سے ہے۔ وہ ہر اس چیز کا مالک اور صاحب ہے جس کا اس نے تجھے مالک و صاحب بنایا ہے اور وہ خود ہر اس چیز پر قدرت رکھتا ہے جس پر اس نے تجھے قدرت عطا کی ہے۔[1]

ان بیانات سے روشن ہو جاتا ہے انسان کی ہر چیز پر مالکیت خدا کے سبب سے ہے؛ ویسے ہی جیسے انسان جس چیز پر بھی قادر ہے وہ بھی خدا کی مدد سے ہے۔ اس صورت میں انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ خدا کی قدرت، سلطنت اور مشیئت سے خارج نہیں۔ اس مطلب سے تفویض استقلالی کا سیدھا سیدھا اور واضح انداز میں رد ہوتا ہے اور اگر یہاں پر کوئی تفویض ہے تو وہ خدا کی مدد اور تملیک کے سبب ہے اور خدا کے اذن کے یہی معنی ہیں جو قرآن کی متعدد آیات میں بیان ہوئے ہیں۔

تفویض غیر استقلالی پر قرآنی شواہد

قرآنی آیات کا ایک مجموعہ اس امر کو بیان کرتا ہے کہ خدائے متعال نے اپنے بعض انبیاء اور دوسرے بندوں کو امور تکوینی میں ولایت اور قدرت تصرف عطا فرمائی ہے۔ ان میں سے بعض آیات کا ہم یہاں پر ذکر کرتے ہیں:

۱۔ خداوند متعال جناب عیسیٰؑ کا قول اس طرح نقل کرتا ہے:

[1] تحف العقول: ابن شعبہ حرانی: ص ۲۱۳.

﴿وَ رَسُولاً إِلى‏ بَنِي إِسْرائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فيهِ فَيَكُونُ طَيْراً بِإِذْنِ اللَّهِ وَ أُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَ الْأَبْرَصَ وَ أُحْيِ الْمَوْتى‏ بِإِذْنِ اللَّهِ وَ أُنَبِّئُكُمْ بِما تَأْكُلُونَ وَ ما تَدَّخِرُونَ في‏ بُيُوتِكُمْ إِنَّ في‏ ذلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنينَ﴾

میں بنی اسرائیل کی جانب رسول بن کر آیا ہوں، میں تمہارے رب کی جانب سے تمہارے لیے نشانیاں لایا ہوں؛ میں مٹی سے پرندے کی شکل کی ایک چیز بناتا ہوں، پھر اس میں روح پھونکتا ہوں، تو وہ خدا کے اذن سے پرندہ بن جاتی ہے؛ میں خدا کے اذن سے مادر زاد آندھے اور برص کے مریض کو ٹھیک کرتا ہوں اور مردے کو زندہ کرتا ہوں، میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو تم گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔ بے شک ان [معجزات] میں تمہارے لیے نشانی ہے اگر تم مومن ہو۔[1]

یہ آیات اس طرف اشارہ کرتی ہیں کہ یہ معجزات جو نظام تکوین میں تصرفات کے نمونوں میں سے ہیں، جناب عیسیٰؑ سے صادر ہوئے ہیں اور انہوں نے وجود خارجی پیدا کیا ہے؛ نہ فقط یہ کہ یہاں بس ادعا، احتجاج اور رقابت طلبی مضمر تھی۔ ورنہ لازم تھا کہ کلام میں ایسی قید لائی جاتی جو اس معنی کا ابلاغ کرے؛ جیسے یہ کہ کہتے: اگر تم پوچھو یا چاہو یا اس قسم کے دوسرے جملے۔

اس مقام پر ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ جناب عیسیٰؑ تاکید کرتے ہیں کہ وہ ان تمام افعال کو خدا کے اذن سے انجام دیتے ہیں تاکہ سب یہ سمجھ جائیں کہ یہ تمام امور خدا پر تکیہ کرتے ہیں اور وہ کسی بھی چیز کو مستقل طور پر انجام نہیں دیتے۔ علامہ طباطبائی کہتے ہیں:

[1] آل عمران: ۴۹.

کلمہ باذن اللہ کی تکرار کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے گمراہ ہونے کی امید اور زمینہ موجود تھا کہ وہ ان معجزات پر تکیہ کرتے ہوئے جو عیسیٰ سے صادر ہوئے ہیں ان کی الوہیت کا عقیدہ نہ اپنالیں؛ اسی وجہ سے ہر آیت اور معجزے میں جیسے خلق کرنا، زندہ کرنا، یامارنے میں تسلسل کے ساتھ ،اذن الٰہی کی قید لگائی گئی تاکہ لوگ گمراہ نہ ہوں۔[1]

۲۔ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

﴿وَ إِذْ قالَ إِبْراهيمُ رَبِّ أَرِني كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتى قالَ أَ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قالَ بَلى وَ لكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبي قالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلى كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءاً ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتينَكَ سَعْياً وَ اعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزيزٌ حَكيمٌ﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیمؑ نے کہا: اے رب مجھے دکھا کہ تو کیسے مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ خدا نے کہا: اے ابراہیمؑ کیا تو ایمان نہیں لایا؟ کہا: ایمان تو لایا ہوں لیکن اپنے قلب کا اطمینان چاہتا ہوں۔ ارشاد ہوا: چار پرندے لے، انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے، پھر ان کے اجزاء کو پہاروں پر جا کر ڈال آ۔ اس کے بعد انہیں آواز دے، تو وہ بڑی تیزی سے تیری طرف آئیں گے اور جان لے کہ اللہ بڑا توانا اور حکیم ہے۔[2]

یہ آیت اس بات کو صراحت سے بیان کر رہی ہے کہ ٹکڑے ہوئے مردہ پرندوں کا زندہ ہونا فقط جناب ابراہیمؑ کی درخواست کے ساتھ تھا؛ کیونکہ خدا فرماتا ہے: اس کے بعد انہیں آواز دے تو وہ بڑی تیزی سے

[1] المیزان فی تفسیر القرآن: ج ۳، ص ۱۹۹.
[2] بقرۃ: ۲۶۰.

تیری طرف آئینگے۔ اور ایسا نہیں تھا کہ ابراہیمؑ خدا سے چاہتے اور خدا ان پرندوں کو زندگی دیتا؛ جیسا کہ بعض نے کہا ہے۔

علامہ طباطبائی کہتے ہیں:

یہ جو خدا نے فرمایا: لے، انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر، اس کے بعد انہیں رکھ دے، صیغہ امر کے ساتھ، اس کے بعد فرمایا: پھر انہیں آواز دے تاکہ تیزی کے ساتھ تیرے پاس آ جائیں، (یہاں) خدا ان کے تیزی سے آنے اور زندہ ہونے کو جناب ابراہیم کی درخواست سے مرتبط و متفرع قرار دیتا ہے، اس رو سے یہ درخواست وہی آواز دینا ہے جو ان پرندوں کے زندہ ہونے کی وجہ بنی۔ ہر چند کہ زندہ کرنا، خدا کے امر و اذن کے سوا محقق نہیں ہو سکتا۔

پس ابراہیمؑ کے ذریعے سے پرندوں کو آواز دینا ابراہیم کے توسط سے اذن الٰہی سے تھا؛ ایک طرح سے یہ آواز دینا اور ان کی یہ درخواست، خدا کے امر سے ایسے متصل ہے کہ زندوں کی زندگیوں کا سرچشمہ اس سے جاری ہوتا ہے۔ اس وقت ابراہیم ان کے زندہ ہونے اور زندہ کرنے کے امر میں نزول فیض کی کیفیت پر گواہ ہو گئے۔ اور اگر ابراہیم کا بلانا اور درخواست کرنا خدا کے اس فرمان سے متصل نہ ہوتا کہ 'جب بھی وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے'، اور ہمارے کلام و سخن کی طرح ہوتا جو خیال و گمان کے علاوہ کسی چیز سے متصل نہیں، یا جب بھی ہم کسی چیز کو کہتے ہیں کہ ہو جا وہ موجود نہیں ہوتی، تو وہ وجود بخشنے میں تاثیر گزار نہ ہوتا۔[1]

[1] المیزان فی تفسیر القرآن: ج ۲، ص ۳۷۵.

اس بنا پر یہ آیت تصریح کرتی ہے کہ خداوند متعال نے جناب ابراہیم کو قدرت دی تاکہ وہ خدا کے امر و اذن سے مردوں کو زندہ کریں۔

۳۔ خداوند عالم [جناب سلیمانؑ کے بارے میں] فرماتا ہے:

﴿فَسَخَّرْنا لَهُ الرِّيحَ تَجْري بِأَمْرِهِ رُخاءً حَيْثُ أَصابَ ۞وَ الشَّياطينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَ غَوَّاصٍ ۞وَ آخَرينَ مُقَرَّنينَ فِي الْأَصْفادِ ۞هذا عَطاؤُنا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسابٍ﴾

پس ہم نے ہوا کو اس کے لیے مسخر کر دیا تاکہ وہ اس کے حکم سے جہاں وہ چاہے جائے، اور ہم نے شیطانوں میں سے ہر بنا اور غواص کو اس کے لیے مسخر کر دیا اور ان کے دوسرے گروہ کو زنجیر و طوق میں گرفتار کر کے ان کے تحت تسلط قرار دیا [اور اس سے کہا] یہ ہماری عطا ہے، جس کو چاہو اور [صلاح دیکھو] عطا کرو اور جسے چاہو دینے سے پرہیز کرو، اس کا تم سے کوئی حساب نہیں۔[1]

۴۔ ایسے ہی جناب داؤدؑ کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿وَ لَقَدْ آتَيْنا داوُدَ مِنَّا فَضْلاً يا جِبالُ أَوِّبي مَعَهُ وَ الطَّيْرَ وَ أَلَنَّا لَهُ الْحَديدَ﴾

اور ہم نے اپنی جناب سے داؤد کو بڑی فضیلت بخشی، [ہم نے پہاڑوں اور پرندوں سے کہا] اے پہاڑوں اور اے پرندوں! اس کے ساتھ [تسبیح خدا میں] شریک ہو جاؤ اور ہم نے اس کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔[2]

[1] ص: ۳۶تا۳۹.

[2] سباء: ۱۰.

۵۔ خدا جناب موسیٰؑ کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿وَ لَقَدْ أَوْحَيْنا إِلى مُوسى أَنْ أَسْرِ بِعِبادي فَاضْرِبْ لَهُمْ طَريقاً فِي الْبَحْرِ يَبَساً لا تَخافُ دَرَكاً وَ لا تَخْشى﴾

ہم نے موسیٰ پر وحی کی کہ ہمارے بندوں کے ساتھ شبانہ مصر سے حرکت کر اور ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ کھول کہ نہ تو [فرعونیوں] کے پیچھے سے خوف کھائے گا اور نہ [سمندر میں غرق ہونے سے] تیرے حواس باختہ ہونگے۔[1]

اس طرح کی قرآن میں بہت سی آیات ہیں اور یہ سب اس واضح حقیقت کی بیانگر ہیں کہ خداوند عالم نے اپنے اذن اور حکم سے اپنے بعض بندوں کو نظام تکوین میں تصرف کرنے کی قدرت سے نوازا ہے اور یہ وہی مطلب ہے جس سے ہمارا مقصود تفویض باذن الٰہی ہے۔

قرآن اس قسم کی تفویض کو فقط انبیاء کے لیے بیان نہیں کرتا بلکہ قرآن میں ان کے علاوہ دوسرے ایسے شواہد بھی موجود ہیں جو نظام تکوین میں غیر انبیاء چاہے وہ جن ہو یا انس، ان کے لیے بھی غیر مادی و طبیعی انداز میں تصرف کو ثابت کرتے ہیں۔

۶۔ خدائے متعال [جنوں کے بارے میں] ارشاد فرماتا ہے:

﴿قالَ عِفْريتٌ مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقامِكَ وَ إِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمينٌ﴾

جنوں میں سے ایک طاقتور نفر نے کہا: میں اس تخت تو تیرے پاس لے آؤنگا اس سے پہلے کہ تو اپنی جگہ سے اٹھے اور میں اس امر کی نسبت قادر اور امین ہوں۔[1]

---

[1] طہ: ۷۷.

٧۔ خداوند متعال جناب سلیمان کے وزیر کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿قالَ الَّذي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتابِ أَنَا آتيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ﴾

جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا، بولا: اس سے پہلے کہ آپ پلک جھپکیں اس تخت کو آپ کے سامنے حاضر کر دونگا۔[٢]

٨۔ پروردگا عالمین جناب ذوالقرنین کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿وَ يَسْئَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُوا عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْراً ۞إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَ آتَيْناهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَباً﴾

وہ تجھ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں؛ کہو: بہت جلد ان کے حالات میں سے کچھ تمہارے لیے بیان کیے جائیں گے۔ ہم نے اسے زمین میں قدرت اور حکومت دی اور ہر چیز کے اسباب اس کے اختیار میں قرار دیے۔[٣]

قرآنی شواہد کے علاوہ ایسی روایات بھی موجود ہیں جو اس حقیقت کو ثابت کرتی ہیں۔ امام رضاؑ جاثلیق سے اپنی ایک گفتگو میں فرماتے ہیں:

فَإِنَّ الْيَسَعَ قَدْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعَ عِيسَى مَشَى عَلَى الْمَاءِ وَ أَحْيَا الْمَوْتَى وَ أَبْرَأَ الْأَكْمَهَ وَ الْأَبْرَصَ فَلَمْ يَتَّخِذْهُ أُمَّتُهُ رَبّاً وَ لَمْ يَعْبُدْهُ أَحَدٌ مِنْ دُونِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ

---

[١] نمل: ٣٩.

[٢] نمل: ٤٠.

[٣] کہف: ٨٣۔ ٨٤.

لَقَدْ صَنَعَ حِزْقِيلُ النَّبِيُّ ع مِثْلَ مَا صَنَعَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ع فَأَحْيَا خَمْسَةً وَ ثَلَاثِينَ أَلْفَ رَجُلٍ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِمْ بِسِتِّينَ سَنَة

یسع نبی نے بھی وہی کام انجام دیے جو نبی عیسیٰؑ نے انجام دیے، وہ پانی پر چلے، انہوں نے مردوں کو زندہ کیا اور نابینا اور برص کے مریضوں کی مسیحائی کی۔ حزقیل پیغمبر نے بھی وہی کام کیا جو عیسی بن مریمؑ نے کیا تھا، انہوں نے ۳۵۰۰۰ مردوں کو اس وقت زندہ کیا جب انہیں مرے ہوئے ساٹھ سال گزر چکے تھے۔[1]

حارث بن حبیب کہتے ہیں:

أَتَى رَجُلٌ عَلِيّاً ص فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَخْبِرْنِي عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ ع سُخِّرَتْ لَهُ السَّحَابُ وَ قُرِّبَتْ لَهُ الْأَسْبَابُ وَ بُسِطَ لَهُ فِي النُّورِ.

ایک شخص مولا علیؑ کے پاس آیا اور بولا: اے امیر المومنین! مجھے ذوالقرنین کے بارے میں کچھ بتایئے! امام نے فرمایا: بادل ان کے لیے مسخر تھے اور وسائل و امکانات ان کے اختیار میں تھے اور نور ان کے لیے وسعت پیدا کر گیا تھا۔[2]

ابن ہشام اپنے اجداد کے توسط سے ایک ایسے شخص سے جو خاندان اہلبیتؑ سے ہے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا:

إِنَّ ذَا الْقَرْنَيْنِ كَانَ عَبْداً صَالِحاً طُوِيَتْ لَهُ الْأَسْبَابُ وَ مُكِّنَ لَهُ فِي الْبِلَاد...

ذوالقرنین ایک صالح شخص تھے جن کے اختیار میں وسائل و امکانات تھے، انہوں نے مختلف علاقوں میں قدرت پیدا کر رکھی تھی۔[1]

---

[1] توحید: ص ۴۱۰.

[2] تفسیر عیاشی: ج ۳، ص ۱۱۲.

ارشاد القلوب میں روایت نقل ہوئی ہے کہ خدا فرماتا ہے:

يَا ابْنَ آدَمَ أَنَا حَيٌّ لَا أَمُوتُ أَطِعْنِي فِيمَا أَمَرْتُكَ أَجْعَلْكَ حَيّاً لَا تَمُوتُ يَا ابْنَ آدَمَ أَنَا أَقُولُ لِلشَّيْءِ﴿كُنْ فَيَكُونُ﴾ أَطِعْنِي فِيمَا أَمَرْتُكَ أَجْعَلْكَ تَقُولُ لِلشَّيْءِ﴿كُنْ فَيَكُونُ﴾.

اے ابن آدم! میں زندہ ہوں اور مرنے والا نہیں۔ میں تجھے جو حکم دیتا ہوں اس کی اطاعت کر تو میں تجھے زندہ رکھوں گا اور مرنے نہیں دونگا۔ اے ابن آدم! میں جب بھی کسی چیز کو کہتا ہوں ہو جا، وہ ہو جاتی ہے۔ میں تجھے جس چیز کا حکم دیتا ہوں وہ بجالا تاکہ میں تجھے ایسا کر دوں کہ جب تو کسی چیز کو کہے ہو جا، تو وہ ہو جائے۔ [۲]

ولایت تکوینی اور اہلبیتؑ

بہت ساری روایات میں تصریح ہوئی ہے کہ خدائے سبحانہ وتعالٰی نے اہلبیتؑ کو نظام تکوین میں تصرف کی قوت سے نوازا ہے اور انہوں نے یہ قدرت تصرف اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارث میں حاصل کی ہے۔ اہلبیتؑ ہر اس چیز کی قدرت رکھتے تھے جن پر خدا نے گزشتہ انبیاء اور اوصیاء کو قادر فرمایا تھا۔ ذیل میں ہم ان میں سے کچھ روایات کو پیش کرتے ہیں:

راوی کہتا ہے:

میں نے امام موسیٰ کاظمؑ سے عرض کی: قُلْتُ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ أَخْبِرْنِي عَنِ النَّبِيِّ ص وَرِثَ النَّبِيِّينَ كُلَّهُمْ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ مِنْ لَدُنْ آدَمَ حَتَّى انْتَهَى إِلَى نَفْسِهِ قَالَ مَا بَعَثَ اللَّهُ

---

[۱] ایضاً: ص ۱۱۱.

[۲] ارشاد القلوب: ج ۱، ص ۷۵.

نَبِيّاً إِلَّا وَ مُحَمَّدٌ ص أَعْلَمُ مِنْهُ قَالَ قُلْتُ إِنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَانَ يُحْيِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ قَالَ صَدَقْتَ وَ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ كَانَ يَفْهَمُ مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ص يَقْدِرُ عَلَى هَذِهِ الْمَنَازِلِ ...

میں آپ پر قربان جاؤں! مجھے بتایئے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کے وارث ہیں۔ امام نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے۔ راوی نے کہا: کیا حضرت آدمؑ سے لے کر خود تک (کے سارے انبیاء کے وارث ہوئے)؟ امام نے فرمایا: خدا نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سب سے زیادہ عالم ہیں۔ راوی نے کہا: عیسیٰ بن مریمؑ مردوں کو اذن الٰہی سے زندہ کیا کرتے تھے۔ امام نے فرمایا: ہاں تو نے سچ کہا۔ اور سلیمان بن داؤدؑ پرندوں کی زبان سمجھتے تھے اور رسول اللہ بھی ان تمام مقامات پر قادر تھے...

اس کے بعد اس لیے کہ امام یہ ثابت کریں کہ اہلبیتؑ نے ان تمام مقامات کو ارث میں حاصل کیا ہے جو گزشتہ انبیاء کو حاصل تھے، فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ ﴿وَ لَوْ أَنَّ قُرْآناً سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتى﴾[1] وَ قَدْ وَرِثْنَا نَحْنُ هَذَا الْقُرْآنَ الَّذِي فِيهِ مَا تُسَيَّرُ بِهِ الْجِبَال وَ تُقَطَّعُ بِهِ الْبُلْدَانُ وَ تُحْيَا بِهِ الْمَوْتَى وَ نَحْنُ نَعْرِفُ الْمَاءَ تَحْتَ الْهَوَاءِ وَ إِنَّ فِي كِتَابِ اللَّهِ لَآيَاتٍ مَا يُرَادُ بِهَا أَمْرٌ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ بِهِ مَعَ مَا قَدْ يَأْذَنُ اللَّهُ مِمَّا كَتَبَهُ الْمَاضُونَ جَعَلَهُ اللَّهُ لَنَا فِي أُمِّ الْكِتَابِ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ ﴿وَ ما مِنْ غائِبَةٍ فِي السَّماءِ وَ الْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتابٍ مُبِينٍ﴾[2] ثُمَّ قَالَ ﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنا مِنْ

[1] الرعد: ۳۰.
[2] النمل: ۷۵.

عِبادِنا﴾[1] فَنَحْنُ الَّذِينَ اصْطَفَانَا اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ وَ أَوْرَثَنَا هَذَا الَّذِي فِيهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ.

خداوند عالم اپنی کتاب میں فرماتا ہے: ﴿اگر قرآن کے وسیلے سے پہاڑ چل پڑیں یا زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے یا مردوں سے ہمکلام ہوا جائے [تو یہ تب بھی ایمان نہیں لائیں گے]﴾ بے شک ہم نے اس قرآن کو جس سے پہاڑ چلائے جا سکتے ہیں اور زمین کو ٹکڑے کیا جا سکتا ہے اور مردوں کو زندہ کیا جا سکتا ہے، ارث میں پایا ہے۔ اور ہم ہوا کے نیچے کے پانی کو جانتے ہیں اور بے شک قرآن میں کچھ آیات ہیں کہ ان سے کسی کام کا ارادہ نہیں کیا جاتا مگر یہ کہ خدا ان کے انجام دینے کا اذن دیتا ہے ویسے ہی جیسے گزشتہ لوگوں کو اس نے یہ اذن دیا تھا، خدا نے ہمارے لیے ام الکتاب قرار دی ہے۔ بے شک خدا قرآن میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿کوئی غیبی (موجود) آسمان و زمین میں نہیں مگر یہ وہ وہ کتاب مبین میں موجود ہے﴾۔ پھر فرماتا ہے: ﴿اور ہم نے اپنے بندوں میں سے انہیں اس کتاب کا وارث بنایا ہے جنہیں چن لیا ہے﴾۔ پس جنہیں خدا نے چن رکھا ہے وہ ہم ہیں اور ہمیں اس (کتاب) کا وارث بنایا ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔[2]

اس روایت میں جس علم کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جیسا کہ اس کے علاوہ بھی بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے، یہ علم، علوم حصولی کی قسم سے نہیں جو سیکھا جا سکے، بلکہ یہ تو علم کی ایک اور قسم سے ہے جس کی جانب کلام خدا میں اشارہ کیا گیا ہے:

---

[1] فاطر: ۲۹.

[2] اصول الکافی: ج۱، ص۲۲۶.

﴿قَالَ الَّذي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتابِ أَنَا آتيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ﴾

جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا، بولا: اس سے پہلے کہ آپ پلک جھپکیں اس تخت کو آپ کے سامنے حاضر کر دونگا۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاص علم، جناب سلیمانؑ کے جانشین کی جانب سے اس کام کے انجام دینے میں دخالت رکھتا تھا، کیونکہ وصف پر تعلیق حکم، اس وصف کی علیت کو بیان کرتا ہے۔ اس رو سے اگر یہ علم اس کام کے انجام میں دخالت نہیں رکھتا تھا تو اس کا ذکر بیہودہ اور غیر ضروری تھا۔

روایات کی اساس پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ علم گزشتہ انبیاء سے ارث میں پایا اور آئمہؑ نے اسے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارث میں حاصل کیا۔

مثنیٰ حناط، ابو بصیر سے نقل کرتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع وَ أَبِي جَعْفَرٍ ع وَ قُلْتُ لَهُمَا أَنْتُمَا وَرَثَةُ رَسُولِ اللَّهِ ص قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَرَسُولُ اللَّهِ وَارِثُ الْأَنْبِيَاءِ عَلِمَ كُلَّمَا عَلِمُوا فَقَالَ لِي نَعَمْ فَقُلْتُ أَنْتُمْ تَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ تُحْيُوا الْمَوْتَى وَ تُبْرِءُوا الْأَكْمَهَ وَ الْأَبْرَصَ فَقَالَ لِي نَعَمْ بِإِذْنِ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ ادْنُ مِنِّي يَا أَبَا مُحَمَّدٍ فَمَسَحَ يَدَهُ عَلَى عَيْنِي وَ وَجْهِي وَ أَبْصَرْتُ الشَّمْسَ وَ السَّمَاءَ وَ الْأَرْضَ وَ الْبُيُوتَ وَ كُلَّ شَيْءٍ فِي الدَّارِ قَالَ أَ تُحِبُّ أَنْ تَكُونَ هَكَذَا وَ لَكَ مَا لِلنَّاسِ وَ عَلَيْكَ مَا عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوْ تَعُودَ كَمَا كُنْتَ وَ لَكَ الْجَنَّةُ خَالِصاً قُلْتُ أَعُودُ كَمَا كُنْتُ قَالَ فَمَسَحَ عَلَى عَيْنَيَّ فَعُدْتُ كَمَا كُنْتُ قَالَ عَلِيٌّ فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ أَبِي عُمَيْرٍ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّ هَذَا حَقٌّ كَمَا أَنَّ النَّهَارَ حَقٌّ.

---

[1] النمل: ۴۰۔

میں امام محمد باقرؑ اور امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے دریافت کیا: کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث ہیں؟ فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کے وارث تھے اور وہ سب کچھ جانتے تھے جو باقی انبیاء جانتے تھے؟ امام نے فرمایا: ہاں! میں نے کہا: کیا آپ مردے کو زندہ کرنے، اور نابینا اور کوڑھی کو ٹھیک کرنے کی قدرت رکھتے ہیں؟ فرمایا: ہاں اذن الہی سے! امام نے کہا: اے ابا محمد! میرے نزدیک آؤ! امام نے میری (نابینا) آنکھوں پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ ناگاہ مجھے سورج، آسمان، زمین، گھر اور گھر کی تمام چیزیں دکھنے لگیں۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ امام نے فرمایا: کیا تو یہ چاہتا ہے کہ اسی طرح بینا رہ کر عام انسانوں کی طرح حساب و کتاب دے اور جو کچھ وہ روز قیامت جھیلیں گے تو بھی جھیلے یا اسی حالت پر پلٹنا چاہے گا جس پر تو پہلے تھا تاکہ تیرے لیے بہشت خالص ہو؟ میں نے عرض کی: میں اسی حالت پر پلٹنا پسند کرونگا۔ اس وقت امام نے پھر میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور میں پرانی حالت (یعنی نابینا پن) کی جانب پلٹ گیا۔ میں نے یہ واقعہ ابن ابی عمیر کے لیے نقل کیا تو انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ واقعہ حق ہے ویسے ہی جیسے دن کا ہونا حق ہے۔[1]

ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں:

قُلْتُ الْأَئِمَّةُ يُحْيُونَ الْمَوْتَى وَ يُبْرِءُونَ الْأَكْمَهَ وَ الْأَبْرَصَ وَ يَمْشُونَ عَلَى الْمَاءِ قَالَ مَا أَعْطَى اللَّهُ نَبِيّاً شَيْئاً قَطُّ إِلَّا وَ قَدْ أَعْطَاهُ مُحَمَّداً ص وَ أَعْطَاهُ مَا لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُمْ قُلْتُ وَ كُلُّ مَا كَانَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ص فَقَدْ أَعْطَاهُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ع قَالَ نَعَمْ ثُمَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ ع ثُمَّ مِنْ بَعْدُ كُلَّ إِمَامٍ إِمَاماً إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَعَ الزِّيَادَةِ الَّتِي تَحْدُثُ فِي كُلِّ سَنَةٍ وَ فِي كُلِّ شَهْرٍ ثُمَّ قَالَ إِي وَ اللَّهِ فِي كُلِّ سَاعَةٍ.

---

[1] بصائر الدرجات: ج ۲، ص ۱۵.

میں نے امام سجادؑ سے پوچھا: کیا آئمہؑ مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور نابینا اور برص کے مریضوں کو ٹھیک کرتے ہیں اور کیا وہ پانی پر چلتے ہیں؟ امام نے فرمایا: خدا نے کسی نبی کو کوئی چیز عطا نہیں کی مگر یہ کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی وہ عطا کی اور جو کچھ انبیاء کو نہیں بھی دیا تھا وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا۔ میں نے پوچھا: جو کچھ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا تھا کیا وہ سب کچھ اس نے امیر المومنینؑ کو بھی عطا کیا؟ امام نے فرمایا: ہاں اور ان کے بعد حسن و حسینؑ کو بھی ان کے بعد قیامت تک آنے والے ہر امام کو بھی، ہر اس واقعے کی زیادتی کے علم کے ساتھ جو ہر سال میں در پیش آنے والا ہے۔ پھر فرمایا: ہاں! خدا کی قسم! ہر وہ چیز جو ہر ساعت میں اتفاق پزیر ہوتی ہے (اس کا بھی علم عطا کیا ہے)۔[1]

محمد بن فضیل، ابو حمزہ ثمالی سے اور وہ امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام سے سنا:

أَلْوَاحُ مُوسَى ع عِنْدَنَا وَ عَصَا مُوسَى عِنْدَنَا وَ نَحْنُ وَرَثَةُ النَّبِيِّينَ.

حضرت موسیٰؑ کی الواح اور ان کا عصا ہمارے پاس ہے اور ہم انبیاء کے وارث ہیں۔[2]

مفضل بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے امام صادقؑ سے سنا کہ آپ نے فرمایا:

أَ تَدْرِي مَا كَانَ قَمِيصُ يُوسُفَ ع قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ ع لَمَّا أُوقِدَتْ لَهُ النَّارُ أَتَاهُ جَبْرَئِيلُ ع بِثَوْبٍ مِنْ ثِيَابِ الْجَنَّةِ فَأَلْبَسَهُ إِيَّاهُ فَلَمْ يَضُرَّهُ مَعَهُ حَرٌّ وَ لَا بَرْدٌ فَلَمَّا حَضَرَ إِبْرَاهِيمَ الْمَوْتُ جَعَلَهُ فِي تَمِيمَةٍ وَ عَلَّقَهُ عَلَى إِسْحَاقَ وَ عَلَّقَهُ إِسْحَاقُ عَلَى يَعْقُوبَ فَلَمَّا وُلِدَ يُوسُفُ ع عَلَّقَهُ عَلَيْهِ فَكَانَ فِي عَضُدِهِ حَتَّى كَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ فَلَمَّا أَخْرَجَهُ يُوسُفُ بِمِصْرَ مِنَ التَّمِيمَةِ وَجَدَ يَعْقُوبُ رِيحَهُ وَ هُوَ قَوْلُهُ ﴿إِنِّي

---

[1] بصائر الدرجات: ج ۲، ص ۱۷۔

[2] اصول کافی: ج ۱، ص ۳۲۱۔

لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْ لا أَنْ تُفَنِّدُونِ﴾[1] فَهُوَ ذَلِكَ الْقَمِيصُ الَّذِي أَنْزَلَهُ اللَّهُ مِنَ الْجَنَّةِ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ فَإِلَى مَنْ صَارَ ذَلِكَ الْقَمِيصُ قَالَ إِلَى أَهْلِهِ ثُمَّ قَالَ كُلُّ نَبِيٍّ وَرِثَ عِلْماً أَوْ غَيْرَهُ فَقَدِ انْتَهَى إِلَى آلِ مُحَمَّدٍ ص.

کیا تم جانتے ہو کہ یوسفؑ کی قمیض کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں میں نہیں جانتا! امام نے فرمایا: جب جناب ابراہیمؑ کے لیے آگ جلائی گئی تو اس وقت جبرائیلؑ ان کے لیے ایک بہشتی قمیض لائے اور انہوں نے اسے ابراہیمؑ کو پہنا دیا۔ اس کے بعد گرمی اور سردی نے انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچایا۔ جب ابراہیمؑ کا آخری وقت نزدیک آیا، تو انہوں نے اسے ایک تعویز میں بند کر دیا اور اسے جناب اسحاق کو پہنا دیا، اور اسحاق نے اسے یعقوب کو پہنایا۔ جب جناب یوسفؑ متولد ہوئے تو یہ انہیں پہنچا دیا گیا، اور وہ تعویز ان کے بازو پر یہ باندھا رہا جب تک ان کے لیے یہ ماجرا در پیش نہ آیا۔ جب انہوں نے مصر میں اس تعویز کو اتارا تو یعقوب نے اس کی خوشبو کو محسوس کیا جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے: ﴿(یعقوب نے کہا) میں یوسفؑ کی خوشبو کو محسوس کر رہا ہو، اگر تم مجھے دیوانہ اور کم عقل نہ کہو﴾۔ یہ وہی قمیض تھی جسے خدا نے بہشت سے زمین پر بھیجا تھا۔ میں نے پوچھا: میں آپ پر قربان جاؤں! یہ قمیض کس کو ملی؟ فرمایا: اپنے اہل کو! اس وقت فرمایا: ہر نبی علم یا دوسری چیزوں کو ارث میں دیتا رہا یہاں تک کہ وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئیں۔[2]

---

[1] یوسف: ۹۴.

[2] اصول کافی: ج۱، ص ۲۳۲.

اس بنا پر جو کچھ گزرا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدائے سبحانہ و تعالیٰ نے خلق کرنا، رزق دینا، زندہ کرنا، مارنا، اور ان کے علاوہ دوسرے امور رسول اللہ ﷺ اور آئمہ ؑ کو تفویض کیے ہیں اور انہیں اپنا واسطہ فیض قرار دیا ہے؛ جیسا کہ بے شمار روایات میں وارد ہوا ہے۔ جیسا کہ وہ روایت جو امالی صدوق میں امام صادقؑ سے انہوں نے اپنے والد امام باقرؑ سے، انہوں نے اپنے والد امام سجادؑ سے نقل کی ہے۔

البتہ تفویض کی یہ قسم، اس تفویض میں شمار نہیں ہوتی جس کا باطل اور محال ہونا ثابت ہو چکا ہے، کیونکہ یہ تمام امور قدرت الٰہی، اس کے اذن اور حکم سے انجام پاتے ہیں۔

مذکورہ روایت میں امام فرماتے ہیں:

وَ نَحْنُ الَّذِينَ بِنَا يُمْسِكُ اللَّهُ السَّماءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَ بِنَا يُمْسِكُ الْأَرْضَ أَنْ تَمِيدَ بِأَهْلِهَا وَ بِنَا يُنَزِّلُ الْغَيْثَ* وَ بِنَا يَنْشُرُ الرَّحْمَةَ وَ يُخْرِجُ بَرَكَاتِ الْأَرْضِ وَ لَوْ لَا مَا فِي الْأَرْضِ مِنَّا لَسَاخَتْ بِأَهْلِهَا.

ہم وہ ہیں جن کے سبب سے خدا نے آسمان کو سنبھال رکھا ہے تا کہ وہ زمین پر نہ گرے مگر اپنے اذن کے ساتھ، اور ہم ہی وہ ہیں کہ جن کے سبب سے زمین کو بچا رکھا ہے نہیں تو یہ اپنے ساکنان سمیت دھنس جائے، اور ہم ہی ہیں جن کے سبب بارش برستی ہے، اور ہمارے ہی سبب رحمت کو پھیلاتا ہے، اور زمین کی برکتوں کو خارج کرتا ہے، اگر زمین میں ہم میں سے کوئی شخص نہ ہو تو یہ اپنے ساکنان سمیت دھنس جائیں۔[1]

آیت اللہ خوئیؒ کہتے ہیں:

[1] ترتیب امالی: ج ۳، ص ۸.

بعض غالی امیر المومنینؑ کی ربوبیت اور امور کے ان کو تفویض ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے، بلکہ ان کا عتقاد یہ ہے کہ علی اور دوسرے آئمہ طاہرین، امور کے متولی، خدا کے کام کرنے والے اور خدا کی بارگاہ میں مکرم ترین بندے ہیں۔ اس روسے رزق دینے، خلق کرنے اور اس قسم کے دوسرے امور کی ان کی جانب نسبت دی جاتی ہے، نہ یہ کہ حقیقی اسناد اور نسبت کے معنی میں؛ کیونکہ ان کا اعتقاد ہے کہ ان امور میں عامل حقیقی تو خدا ہی ہے، خدا کے اس قول کی بناپر: خدا ہر چیز کا خالق ہے۔ بلکہ یہ موارد جیسے کہ موت کے فرشتے کا مارنا، بارش کی نسبت بارش کے فرشتے کی جانب، اور مردوں کے زندہ کرنے کی نسبت عیسیٰؑ سے، جیسا کہ قرآن میں بھی وارد ہوا ہے: ﴿میں مردوں کو اذن الٰہی سے زندہ کرتا ہوں﴾؛ اور اسی قسم کے دوسرے کام جو خدا کے کاموں میں سے ہیں، کو ایک قسم سے ان کے عاملین کی جانب نسبت دی گئی ہے اور اس قسم کے اعتقاد سے کفر لازم نہیں آتا اور نہ یہ ضروریات دینی کے انکار میں شمار کیا جاتا ہے۔ لہذا اس قسم کو غلو کی اقسام میں شمار کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور الزام ضمنی کے تحت اس راہ سے کوئی گریز نہیں۔ [1]

نظام تشریع (یعنی قانون بنانے) میں تفویض

(مسلمانوں کے نزدیک) یہ بات ثابت قواعد میں سے ہے کہ قانون بنانے کی اصل خدا کی ذات میں منحصر ہے؛ کیونکہ وہ خود ہی فرماتا ہے:

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلَّهِ أَمَرَ أَلاَّ تَعْبُدُوا إِلاَّ إِيَّاهُ﴾

[1] التنقیح فی شرح العروۃ الوثقیٰ: ج ۳، ص ۷۴.

حکم تو بس خدا کا ہی ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔[1]

لیکن بعض غالیوں کا اعتقاد ہے کہ خدا نے قانون بنانے کی ولایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ علیہم السلام کو سونپ دی۔ اس بنا پر وہ خدا کے ارادے اور مشیئت سے (ہٹ کر) مستقل طور پر، بنا کسی وحی و الہام کے، جو بھی چاہتے ہیں، قانون بناتے ہیں۔

تشریع میں اس قسم کی تفویض کے بطلان میں کوئی تردید نہیں؛ کیونکہ جو کوئی بھی یہ اعتقاد رکھے کہ خدائے سبحان کے علاوہ کوئی اور قانون بنانے کا حق رکھتا ہے اور حلال و حرام کی زمام اس کے ہاتھ میں ہے، در حقیقت اس نے ایک اور خدا کو اختیار کر لیا ہے، اور جو کام خدا سے مخصوص تھا، اسے دوسرے سے نسبت دی ہے، اور غیر خدا کو یہ حق دینے کی وجہ سے توحید سے خارج اور اسی بنا پر مشرک ہو گیا ہے۔

لیکن ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ خدائے سبحان نے بہت سے واقعات کے احکام بیان کیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان میں سے کچھ لوگوں کے لیے بطور عام، اور دوسرے احکام کو آئمہ علیہم السلام کے لیے خاص طور پر بیان فرمایا، اور آئمہ علیہم السلام نے بھی یہ احکام لوگوں تک پہنچائے۔ لیکن خدا نے بعض موضوعات میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذن دیا، کہ ان کے بارے میں وحی کے بغیر ہی، ان موضوعات کے بارے میں حکم وضع کریں۔

اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان امور کی اساس پر جو خدا نے انہیں تعلیم کیے، خدا کے اذن سے قانون بناتے ہیں اور یہی چیز آئمہ علیہم السلام کے بارے میں بھی صادق ہے۔ کیونکہ آئمہ اس شیوے کی بنا پر جس پر خدا نے ان کی تربیت کی ہے، بعض ان قوانین کو جنہیں خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضع نہیں کیا، وضع کرتے ہیں۔

---

[1] یوسف: ۴۰.

البتہ اس طرح کہ یہ جو قانون بھی بناتے ہیں اور جو مطلب بھی کہتے ہیں وہ خدا کے ارادے کے مطابق ہوتا ہے۔

قانون بنانے کے سلسلے میں تفویض کے یہ معنی، عقل کے ساتھ سازگار ہیں اور اگر کسی کے لیے یہ معنی ادلہ کے ساتھ ثابت ہو جائیں تو انہیں قبول کرنے میں کوئی مانع نہیں۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں:

امر دین کے سلسلے میں تفویض میں دو احتمال وامکان موجود ہیں:

پہلا: خدا بطور عام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ علیہم السلام کو تفویض کرے، اور وہ بنا کسی وحی اور الہام کے جس چیز کو چاہیں حلال اور جس چیز کو چاہیں حرام کریں، یا جو کچھ ان پر وحی ہوتا ہے اسے اپنے نظریات کی بنا پر بدل دیں۔ اس قسم کا عقیدہ باطل ہے اور کوئی عاقل اس کا معتقد نہیں، کیونکہ ایسا کئی بار ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص کے جواب دینے کے لیے وحی کے منتظر رہتے اور اپنی جانب سے جواب نہیں دیتے تھے۔ خداوند متعال فرماتا ہے: ﴿وَ ما يَنْطِقُ عَنِ الْهَوى ۞إِنْ هُوَ إِلاَّ وَحْيٌ يُوحى﴾ اور وہ تو اپنی ہوائے نفس سے کلام بھی نہیں کرتا بلکہ وہ جو بھی کہتا ہے وہی ہوتا ہے جو اس پر وحی ہوتی ہے۔[1]

دوم: جب خدائے متعال اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کمال بخش دے کہ وہ کسی بھی کام کو حق کے سوا انجام نہ دے اور کبھی بھی کسی بھی موضوع کے تمام ابواب میں اس کے ذہن میں خدا کی مشیت اور ارادے کے خلاف کوئی امر خطور نہ کرے، اور خدا بھی اپنے نبی کو اپنی بارگاہ میں

---

[1] النجم: ۲ و ۳.

حاصل مقام و مرتبے کو ظاہر کرنے کی خاطر، بعض امور کا تعین جیسے نماز کے نوافل، روزہ اور دادا کی وراثت اور اس کے علاوہ دوسرے موضوعات، جو بیان ہو چکے ہیں اور ان میں سے کچھ بیان کیے جائیں گے، آپؐ کو تفویض کرے۔ اس رو سے اصل تعین، فقط وحی کے وسیلے سے تھا، لیکن اختیار فقط الہام کے ساتھ ہے۔ اس وقت نبی بھی مسلسل جو کچھ وحی کے ذریعے سے اختیار کیا تھا اس پر تاکید کرتے تھے۔ اس قسم کی تفویض عقل کی نگاہ سے فاسد عقیدہ نہیں۔[۱]

متعدد روایات اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔ ہم یہاں پر چند ایک بطور مثال پیش کرتے ہیں:

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ مُحَمَّداً ص عَبْداً فَأَدَّبَهُ حَتَّى إِذَا بَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً أَوْحَى إِلَيْهِ وَ فَوَّضَ إِلَيْهِ الْأَشْيَاءَ فَقَالَ ﴿ما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَ ما نَهاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾.[۲]

بے شک خدا نے محمد ﷺ کو اپنا بندہ (بنا کر) خلق کیا، پھر جب وہ چالیس سال کے سن کو پہنچے تو ان پر وحی نازل کی، اور انہیں امور تفویض کیے اور فرمایا: ﴿جو کچھ بھی رسول دے اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ﴾۔[3]

ایسے ہی زرارہ امام باقرؑ یا امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ فَوَّضَ إِلَى نَبِيِّهِ ع أَمْرَ خَلْقِهِ لِيَنْظُرَ كَيْفَ طَاعَتُهُمْ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ ﴿وَ ما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَ ما نَهاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾.

---

[۱] بحار الانوار: ج۲۵، ص۳۴۸.

[۲] حشر: ۷.

[۳] بصائر الدرجات: ج۲، ص۲۲۸.

بے شک خدا نے اپنی خلق کا امر اپنے نبی کو تفویض کیا تا کہ وہ دیکھے کہ وہ کس طرح اس کی اطاعت کرتے ہیں، اس کے بعد امام نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿جو کچھ بھی رسول دے اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ﴾۔[1]

ہم یہاں پر بعض وہ روایات نقل کرتے ہیں جن میں کچھ ایسے قوانین کا ذکر ہے جو رسول اللہ ﷺ نے بنا کسی وحی کے بنائے اور اس کے بعد خدا نے بھی ان کی تائید اور اجازت مرحمت فرمائی:

زرارہ امام محمد باقرؑ سے نقل کرتے ہیں:

وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ ص دِيَةَ الْعَيْنِ وَ دِيَةَ النَّفْسِ وَ دِيَةَ الْأَنْفِ وَ حَرَّمَ النَّبِيذَ وَ كُلَّ مُسْكِرٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ فَوَضَعَ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ ص مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونَ جَاءَ فِيهِ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ لِيَعْلَمَ مَنْ يطع [يُطِيعُ] الرَّسُولَ وَ مَنْ يَعْصِيهِ.

رسول اللہ ﷺ نے آنکھ، ناک اور جان کی دیت وضع کی اور شراب اور ہر مست کرنے والی چیز کو حرام قرار دیا۔ ایک شخص نے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے انہیں بنا کسی وحی کے خود سے وضع کیا؟ امام نے فرمایا: ہاں! تا کہ یہ جانا جاسکے کہ کون رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اور کون معصیت۔[2]

ابن سنان، اسحاق بن عمار سے نقل کرتے ہیں کہ امام صادقؑ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ أَدَّبَ نَبِيَّهُ عَلَى أَدَبِهِ فَلَمَّا انْتَهَى بِهِ إِلَى مَا أَرَادَ قَالَ لَهُ ﴿إِنَّكَ لَعَلى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾[3] فَفَوَّضَ إِلَيْهِ دِينَهُ فَقَالَ ﴿ما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَ ما نَهاكُمْ عَنْهُ

---

[1] بصائر الدرجات: ج ۲، ص ۲۲۸.

[2] بصائر الدرجات: ج ۲، ص ۲۳۴.

[3] قلم: ۴.

فَانْتَهُوا﴾ وَ إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ فِي الْقُرْآنِ وَ لَمْ يَقْسِمْ لِلْجَدِّ شَيْئاً وَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ص أَطْعَمَهُ السُّدُسَ فَأَجَازَ اللَّهُ لَهُ وَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ بِعَيْنِهَا وَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ص كُلَّ مُسْكِرٍ فَأَجَازَ اللَّهُ لَهُ ذَلِكَ وَ ذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ ﴿هذا عَطاؤُنا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسابٍ﴾[1]

بے شک خدا نے اپنے نبی کی اپنے حساب سے تربیت کی اور پھر اپنے نبی کو اس جگہ تک پہنچا دیا جہاں وہ چاہتا تھا، اور پھر اس نے رسول سے فرمایا: ﴿بے شک تو خلق عظیم کا مالک ہے﴾۔ خدا نے اپنے دینی امور نبی کو تفویض کیے اور فرمایا: ﴿رسول جو دے اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ﴾۔ خدا نے قرآن میں ارث کا ذکر کیا، لیکن دادا کے لیے حصہ قرار نہیں دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مست کنندہ چیز کو حرام کیا اور خدا نے انہیں اس کی اجازت دی اور یہ خدا کا فرمان ہے: ﴿یہ ہماری عطا ہے، جس کو چاہو بخشو اور جس سے چاہو روک لو اور تم پر حساب نہیں (تم امین ہو)﴾۔[2]

اسحاق بن عمار امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ أَدَّبَ نَبِيَّهُ حَتَّى إِذَا أَقَامَهُ عَلَى مَا أَرَادَ قَالَ لَهُ ﴿وَ أْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ أَعْرِضْ عَنِ الْجاهِلِينَ﴾[3] فَلَمَّا فَعَلَ ذَلِكَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ص زَكَّاهُ اللَّهُ فَقَالَ ﴿إِنَّكَ لَعَلى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ فَلَمَّا زَكَّاهُ فَوَّضَ إِلَيْهِ دِينَهُ فَقَالَ ﴿ما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَ ما نَهاكُمْ

---

[1] ص: ۳۹۔

[2] بصائر الدرجات: ج ۲، ص ۲۲۹۔

[3] اعراف: ۱۹۹۔

عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ فَحَرَّمَ اللَّهُ الْخَمْرَ وَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ص كُلَّ مُسْكِرٍ فَأَجَازَ اللَّهُ ذَلِكَ كُلَّهُ وَ إِنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ الصَّلَاةَ وَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ص وَقَّتَ أَوْقَاتَهَا فَأَجَازَ اللَّهُ ذَلِكَ لَهُ.

خدا نے اپنے نبی کی تربیت کی یہاں تک کہ انہیں وہاں تک پہنچا دیا جہاں پہنچانا چاہتا تھا، اور اپنے نبی سے فرمایا: ﴿ان کے ساتھ نرمی برت اور ان کے عذر کو قبول کر اور انہیں نیکی کی دعوت دے اور جاہلین سے منہ موڑ لے﴾۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیا تو خدا نے ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے فرمایا: ﴿بے شک تو خلق عظیم پر فائز ہے﴾۔ اور جب اس نے اپنے نبی کی مدح کی تو اپنا دین انہیں تفویض کر کے فرمایا: ﴿رسول جو دے دے اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ﴾۔ خدا نے شراب کو حرام کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مست کنندہ چیز کو حرام کیا، خدا نے ان تمام امور میں انہیں اجازت مرحمت فرمائی، خدا نے نماز نازل کی لیکن اس کے اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معین کیے اور خدا نے بھی انکی تائید فرمائی۔[1]

اسماعیل بن عبد العزیز کہتے ہیں:

قَالَ لِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ص كَانَ يُفَوَّضُ إِلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى فَوَّضَ إِلَى سُلَيْمَانَ مُلْكَهُ فَقَالَ ﴿هذا عَطاؤُنا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسابٍ﴾ وَ إِنَّ اللَّهَ فَوَّضَ إِلَى مُحَمَّدٍ نَبِيِّهِ فَقَالَ ﴿ما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَ ما نَهاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ص مُفَوَّضاً إِلَيْهِ فِي الزَّرْعِ وَ الضَّرْعِ فَلَوَى جَعْفَرٌ ع عَنْهُ عُنُقَهُ مُغْضَباً فَقَالَ فِي كُلِّ شَيْءٍ وَ اللَّهِ فِي كُلِّ شَيْءٍ.

---

[1] بصائر الدرجات: ج ۲، ص ۲۲۹.

امام صادقؑ نے مجھ سے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو قانون بنانے (کی ذمہ داری) تفویض ہوئی تھی۔ خداوند عالم نے اپنا ملک سلیمانؑ کو تفویض کیا اور فرمایا: ﴿یہ ہماری عطا ہے چاہو تو بخش دو اور چاہو تو محروم رکھو، اور تم پر حساب نہیں ہے﴾۔ (ایسے ہی) خدا نے اپنا دین محمد ﷺ کو تفویض کیا اور فرمایا: ﴿جو بھی رسول دے اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ﴾۔ ایک شخص نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ کو رزق و روزی سے متعلق امور بھی تفویض ہوئے؟ امام نے جلال کے ساتھ اسے دیکھا اور فرمایا: ہر چیز تفویض ہوئی ہے خدا کی قسم ہر چیز تفویض ہوئی ہے۔[1]

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں:

قُلْتُ لَهُ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع بِشَارِبِ الْخَمْرِ قَالَ كَانَ يَحُدُّهُ قُلْتُ فَإِنْ عَادَ قَالَ يَحُدُّهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنْ عَادَ كَانَ يَقْتُلُهُ قُلْتُ فَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ كما [كَمَنْ] شَرِبَ الْمُسْكِرَ قَالَ سَوَاءٌ فَاسْتَعْظَمْتُ ذَلِكَ فَقَالَ لَا تَسْتَعْظِمْ ذَلِكَ إِنَّ اللَّهَ لَمَّا أَدَّبَ نَبِيَّهُ انْتَدَبَ فَفَوَّضَ إِلَيْهِ وَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ حَرَّمَ الْمَدِينَةَ فَأَجَازَ اللَّهُ لَهُ ذَلِكَ وَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ حَرَّمَ الْمُسْكِرَ فَأَجَازَ اللَّهُ ذَلِكَ كُلَّهُ وَ إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ الْفَرَائِضَ مِنَ الصُّلْبِ وَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ص يُطْعِمُ الْجَدَّ فَأَجَازَ اللَّهُ ذَلِكَ لَهُ ثُمَّ قَالَ حُرِّفَ وَ مَا حُرِّفَ ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطاعَ اللَّهَ﴾.

امیر المومنینؑ شراب خور کے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے؟ فرمایا: اس پر حد جاری کرتے تھے۔ میں نے پوچھا: اگر دوبارہ شراب پیتا تو کیا کرتے تھے؟ فرمایا: حد جاری کرتے تھے۔

---

[1] بصائر الدرجات: ج ۲، ص ۲۳۱.

میں نے پوچھا: اگر پھر یہی کام کرتا تو کیا کرتے تھے؟ فرمایا: تین بار تک اس پر حد جاری کرتے تھے اور اگر اس کے بعد پھر یہی کام انجام دیتا تھا تو اسے قتل کر دیتے تھے۔ میں نے پوچھا: مست کرنے والا مشروب پیتا تھا اس کے ساتھ کیا رویہ رکھتے تھے؟ فرمایا: حد جاری کرتے تھے۔ میں نے پوچھا: اگر تکرار کرتا تو کیا کرتے تھے؟ فرمایا: حد جاری کرتے تھے۔ میں نے پوچھا: اگر پھر وہی کام کرے تو؟ فرمایا: حد جاری کرتے تھے۔ میں نے پوچھا اگر پھر انجام دے تو؟ فرمایا: اسے قتل کر دیتے تھے۔ میں نے پوچھا: تو کیا جو شراب پیے وہ اس کے برابر ہے جو کوئی اور مست کنندہ چیز پیے؟ فرمایا: ہاں برابر ہے۔ اس مطلب کو سمجھنا میرے لیے سنگین تھا۔ امام نے مجھ سے فرمایا: اے فضیل! اسے بڑا مت سمجھ۔ جس وقت خدا نے اپنے نبی کی تربیت کی اور انہوں نے بھی اپنے رب کی تربیت کو قبول کیا اس کے بعد خدا نے انہیں (امور) تفویض کیے۔ خدا نے مکے کو حرمت بخشی اور اسے اپنا حرم قرار دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینے کو حرمت بخشی اور اسے اپنا حرم قرار دیا۔ خدا نے شراب کو حرام قرار دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مست کنندہ چیز کو حرام قرار دیا، خدا نے بھی انہیں ان تمام امور کی اجازت مرحمت فرمائی۔ خدا نے صلب سے ہونے والے افراد کے ارث کے فریضے کو واجب کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جد کے ارث کو واجب فرمایا اور خدا نے بھی انہیں اس کی اجازت دی۔ اس وقت امام نے (اس آیت کی تلاوت) فرمائی: ﴿جو کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے، اس نے خدا کی اطاعت کی ہے﴾۔[1]

[1] بصائر الدرجات: ج ۲، ص ۲۳۳.

علل شرائع میں اسحاق بن عمار سے یوں نقل ہوا ہے:

سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ مُوسَى بْنَ جَعْفَرٍ ع كَيْفَ صَارَتِ الصَّلَاةُ رَكْعَةً وَ سَجْدَتَيْنِ وَ كَيْفَ إِذَا صَارَتْ سَجْدَتَيْنِ لَمْ تَكُنْ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ إِذَا سَأَلْتَ عَنْ شَيْءٍ فَفَرِّغْ قَلْبَكَ لِتَفْهَمَ إِنَّ أَوَّلَ صَلَاةٍ صَلَّاهَا رَسُولُ اللَّهِ ص إِنَّمَا صَلَّاهَا فِي السَّمَاءِ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى قُدَّامَ عَرْشِهِ جَلَّ جَلَالُهُ وَ ذَلِكَ أَنَّهُ لَمَّا أُسْرِيَ بِهِ وَ صَارَ عِنْدَ عَرْشِهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى فَتَجَلَّى لَهُ عَنْ وَجْهِهِ حَتَّى رَآهُ بِعَيْنِهِ قَالَ يَا مُحَمَّدُ ادْنُ مِنْ صَادٍ فَاغْسِلْ مَسَاجِدَكَ وَ طَهِّرْهَا وَ صَلِّ لِرَبِّكَ فَدَنَا رَسُولُ اللَّهِ ص إِلَى حَيْثُ أَمَرَهُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ وُضُوءَهُ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْجَبَّارَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى قَائِماً فَأَمَرَهُ بِافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ فَفَعَلَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اقْرَأْ ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعالَمِينَ﴾ إِلَى آخِرِهَا فَفَعَلَ ذَلِكَ ثُمَّ أَمَرَهُ أَنْ يَقْرَأَ نِسْبَةَ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيمِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ﴾ ثُمَّ أَمْسَكَ عَنْهُ الْقَوْلَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ فَقَالَ قُلْ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُولَدْ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً أَحَدٌ﴾ فَأَمْسَكَ عَنْهُ الْقَوْلَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ كَذَلِكَ اللَّهُ رَبِّي كَذَلِكَ اللَّهُ رَبِّي كَذَلِكَ اللَّهُ رَبِّي فَلَمَّا قَالَ ذَلِكَ قَالَ ارْكَعْ يَا مُحَمَّدُ لِرَبِّكَ فَرَكَعَ رَسُولُ اللَّهِ ص فَقَالَ لَهُ وَ هُوَ رَاكِعٌ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَ بِحَمْدِهِ فَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثاً ثُمَّ قَالَ ارْفَعْ رَأْسَكَ يَا مُحَمَّدُ فَفَعَلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ص فَقَامَ مُنْتَصِباً بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَقَالَ اسْجُدْ يَا مُحَمَّدُ لِرَبِّكَ فَخَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ص سَاجِداً فَقَالَ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى وَ بِحَمْدِهِ فَفَعَلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ص ثَلَاثاً فَقَالَ لَهُ اسْتَوِ جَالِساً يَا مُحَمَّدُ فَفَعَلَ فَلَمَّا اسْتَوَى جَالِساً ذَكَرَ جَلَالَ رَبِّهِ جَلَّ جَلَالُهُ فَخَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ص سَاجِداً مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهِ لَا لِأَمْرٍ أَمَرَهُ رَبُّهُ عَزَّ وَ جَلَّ فَسَبَّحَ أَيْضاً ثَلَاثاً فَقَالَ انْتَصِبْ قَائِماً فَفَعَلَ فَلَمْ يَرَ مَا كَانَ رَأَى مِنْ عَظَمَةِ رَبِّهِ جَلَّ جَلَالُهُ فَقَالَ لَهُ اقْرَأْ يَا مُحَمَّدُ وَ افْعَلْ كَمَا فَعَلْتَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى فَفَعَل ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ص ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَةً وَاحِدَةً فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ ذَكَرَ جَلَالَةَ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى الثَّانِيَةَ فَخَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ص سَاجِداً

مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهِ لَا لِأَمْرٍ أَمَرَهُ رَبُّهُ عَزَّ وَ جَلَّ فَسَبَّحَ أَيْضاً ثُمَّ قَالَ لَهُ ارْفَعْ رَأْسَكَ ثَبَّتَكَ اللَّهُ وَ اشْهَدْ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ وَ ﴿أَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لا رَيْبَ فِيها وَ أَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ﴾ اللَّهُمَّ صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ ارْحَمْ مُحَمَّداً وَ آلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَ بَارَكْتَ وَ تَرَحَّمْتَ وَ مَنَنْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَ آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَتَهُ فِي أُمَّتِهِ وَ ارْفَعْ دَرَجَتَهُ فَفَعَلَ فَقَالَ سَلِّمْ يَا مُحَمَّدُ اسْتَقْبِلْ فَاسْتَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ ص رَبَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى وَ تَقَدَّسَ وَجْهُهُ مُطْرِقاً فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ فَأَجَابَهُ الْجَبَّارُ جَلَّ جَلَالُهُ فَقَالَ وَ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا مُحَمَّدُ بِنِعْمَتِي قَوَّيْتُكَ عَلَى طَاعَتِي وَ بِعِصْمَتِي إِيَّاكَ اتَّخَذْتُكَ نَبِيّاً وَ حَبِيباً ثُمَّ قَالَ أَبُو الْحَسَنِ ع وَ إِنَّمَا كَانَتِ الصَّلَاةُ الَّتِي أُمِرَ بِهَا رَكْعَتَيْنِ وَ سَجْدَتَيْنِ وَ هُوَ ص إِنَّمَا سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ عَمَّا أَخْبَرْتُكَ مِنْ تَذَكُّرِهِ لِعَظَمَةِ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى فَجَعَلَهُ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ فَرْضاً قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَ مَا صَادٌ الَّذِي أُمِرَ أَنْ يَغْسِلَ مِنْهُ فَقَالَ عَيْنٌ تَنْفَجِرُ مِنْ رُكْنٍ مِنْ أَرْكَانِ الْعَرْشِ يُقَالُ لَهُ مَاءُ الْحَيَاةِ وَ هُوَ مَا قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَ ﴿ص وَ الْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ﴾ إِنَّمَا أَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ وَ يَقْرَأَ وَ يُصَلِّيَ.

میں نے امام موسی کاظمؑ سے پوچھا کہ نماز کی ایک رکعت میں دو سجدے کیسے ہوئے اور دو رکعتوں میں دو سجدے نہ ہوئے؟ امام نے فرمایا: جب بھی کچھ پوچھو اس کے درک اور فہم کے لیے اپنے دل کو آمادہ کرو۔ پہلی نماز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان میں خدا کی بارگاہ میں پڑھی وہ آپ عرش کے مقابل بجالائے، اور یہ وہ وقت تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج پر لے جایا گیا، آپ خدا کے عرش کے مقابل پہنچے۔ خدا نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! صاد (عرش پر ایک جگہ کا نام) کے نزدیک ہو جا اور اپنے اعضائے سجدہ کو دھو اور اپنے رب کے لیے نماز ادا کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقام سے نزدیک ہو گئے جس کے نزدیک جانے کا حکم دیا گیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں وضو انجام دیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدائے جبار کے سامنے

کھڑے ہو گئے اور خدا نے انہیں نماز شروع کرنے کا حکم دیا اور وہ یہ حکم بجالائے۔ اس کے بعد خدا نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! پڑھ: سورہ الحمد تا آخر... رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے الحمد پڑھی۔ اس کے بعد حکم دیا اپنے رب کی صفت اور نسبت کا ذکر کرو: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ﴾ اس کے بعد خدا کی جانب سے کلام بند ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ﴾ خدا نے فرمایا: کہہ: ﴿لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُولَدْ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً أَحَدٌ﴾ اس کے بعد خدا کی جانب سے کلام رک گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پھر کہا: میرا رب ایسا ہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب یہ جملے ادا کیے تو خدا نے ان سے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! اپنے رب کے لیے رکوع کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے رکوع انجام دیا، حالت رکوع میں آپ سے خدا نے کہا: کہہ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَ بِحَمْدِهِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تین مرتبہ یہ ذکر پڑھا۔ اس کے بعد خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! اپنا سر بلند کر۔ رسول اللہ حکم بجا لائے اور سیدھے کھڑے ہو گئے (قیام بعد رکوع)، ارشاد ہوا: اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! اپنے رب کے لیے سجدہ کر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سجدے میں گر گئے۔ حکم ہوا کہہ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى وَ بِحَمْدِهِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تین مرتبہ ذکر سجدہ پڑھا۔ آواز آئی: اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! سیدھے بیٹھ جاؤ۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جب آپ سیدھے بیٹھے اور خدا کی عظمت کو یاد فرمایا، تو بے اختیار خود بخود سجدے میں گر پڑے، اور یہ خدا کے حکم سے نہیں تھا اور تین بار پھر تسبیح سجدہ پڑھی۔ خدا نے کہا: سیدھے کھڑے ہو جاؤ (قیام کرو)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انجام دیا اور اس کے بعد، خدا کی اس عظمت کا مشاہدہ نہ کیا جسے آپ نے دیکھا تھا۔

اس وقت ارشاد ہو: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اسی طرح پڑھ اور انجام دے جیسے پہلی رکعت میں انجام دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی سب انجام دیا، جب سجدے سے سر اٹھا کر آپ نے عظمت خدا کو یاد کیا تو پھر خود بخود سجدے میں جا گرے، اور یہ خدا کے حکم سے نہیں تھا، انہوں نے پھر تسبیح پڑھی۔ اس کے بعد ان سے کہا گیا: اپنا سر بلند کر تا کہ خدا تجھے ثابت قدم رکھے اور گواہی دے (تشہد پڑھ) کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے رسول ہیں اور قیامت بلا شک و ریب آ کر رہے گی اور خدا مردوں کو زندہ کرے گا۔ اے خدا! محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما، ویسے ہی جیسے ابراہیم اور ان کے خاندان پر نازل فرمائی تھی اور ان پر اپنی برکت اور رحم فرما، تو لائق حمد اور مجید ہے۔ خدایا! محمد کی شفاعت کو اس کی امت کے حق میں قبول فرما اور اس کے درجے کو بلند فرما۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام حکم انجام دیے۔

خدا نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا رخ خدائے تبارک و تعالیٰ کی جانب کر لیا اور خاموش ہو گئے اور عرض کیا: تجھ پر سلام ہو۔ خدائے جبار نے انہیں جواب میں فرمایا: تجھ پر (بھی) سلام ہو اے محمد! میں نے اپنی نعمت کے ساتھ تجھے اپنی اطاعت پر قدرت بخشی اور اپنی عصمت کے ساتھ تجھے اپنا نبی اور حبیب قرار دیا۔

اس وقت امام موسیٰ کاظم نے فرمایا: جس نماز کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا وہ دو رکعت اور دو سجدے والی تھی، اور جیسا کہ نقل ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عظمت خدائے جبار کی وجہ سے ہر رکعت میں دو سجدے ادا کیے اور خدا نے بھی انہیں واجب کر دیا۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کی: میں آپ پر قربان جاؤں! صاد سے کیا منظور ہے جس سے خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود کو دھونے کا حکم دیا تھا؟ امام نے فرمایا: وہ ایک چشمہ ہے جو

عرش کے ارکان میں سے ایک رکن سے جاری ہوتا ہے اور اسے آب حیات کہتے ہیں اور صاد سے مراد وہی ہے جو خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿ص وَ الْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ﴾ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ) وضو کرو اور پڑھو اور نماز ادا کرو۔[1]

یہ روایت جس کی طرح کی اور روایات کافی تعداد میں موجود ہیں، وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہے کہ ہم جو نماز پڑھتے ہیں وہ ان اجزاء سے تشکیل پائی ہے جن میں سے بعض کے انجام دینے کا حکم خدا کا ہے اور باقی اجزاء کا اضافہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ہے، اور خدا نے وہ اجزاء بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر واجب کیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض روایات میں وہ اجزاء جو خدا نے واجب کیے ہیں کو ان اجزاء سے جدا جانا گیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہیں۔ نمونے کے طور پر:

عمر بن اذینہ، زرارہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام باقرؑ نے فرمایا:

عَشْرُ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مِنَ الظُّهْرِ وَ رَكْعَتَانِ مِنَ الْعَصْرِ وَ رَكْعَتَا الصُّبْحِ وَ رَكْعَتَا الْمَغْرِبِ وَ رَكْعَتَا الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ لَا يَجُوزُ الْوَهْمُ فِيهِنَّ وَ مَنْ وَهَمَ فِي شَيْءٍ مِنْهُنَّ اسْتَقْبَلَ الصَّلَاةَ اسْتِقْبَالًا وَ هِيَ الصَّلَاةُ الَّتِي فَرَضَهَا اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فِي الْقُرْآنِ وَ فَوَّضَ إِلَى مُحَمَّدٍ ص فَزَادَ النَّبِيُّ ص فِي الصَّلَاةِ سَبْعَ رَكَعَاتٍ وَ هِيَ سُنَّةٌ لَيْسَ فِيهَا قِرَاءَةٌ إِنَّمَا هُوَ تَسْبِيحٌ وَ تَهْلِيلٌ وَ تَكْبِيرٌ وَ دُعَاءٌ فَالْوَهْمُ إِنَّمَا يَكُونُ فِيهِنَّ فَزَادَ رَسُولُ اللَّهِ ص فِي صَلَاةِ الْمُقِيمِ غَيْرِ الْمُسَافِرِ رَكْعَتَيْنِ فِي الظُّهْرِ وَ الْعَصْرِ وَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ وَ رَكْعَةً فِي الْمَغْرِبِ لِلْمُقِيمِ وَ الْمُسَافِرِ.

نماز (واجب) دس رکعت ہے جس میں دو رکعت ظہر، دو رکعت عصر، دو رکعت صبح، دو رکعت مغرب اور دو رکعت عشاء شامل ہیں اور اس میں شک یا غلطی کرنا جائز نہیں اور جو کوئی

[1] علل الشرائع: ج۲، ص ۲۳۵.

بھی اس میں خطا کرے گا تو لازم ہے کہ جو نماز خدا نے قرآن میں مومنین پر واجب کی ہے، اسے دوبارہ پڑھے۔ خدا نے یہ امر محمد ﷺ کو تفویض کیا اور انہوں نے اس میں سات رکعات کا اضافہ فرمایا اور یہ وہ سنت ہے جس میں قرائت نہیں کی جاتی۔ بلکہ اس میں تحلیل و تسبیح و تکبیر و دعا ہے۔ اس بنا پر اس میں شک یا خطا ممکن ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ظہر، عصر اور عشاء میں غیر مسافر کے لیے دو دو رکعت اضافہ فرمایا اور اور نماز مغرب میں مسافر اور غیر مسافر دونوں کے لیے ایک رکعت کا اضافہ فرمایا۔[1]

ایسے ہی عبد اللہ بن سلیمان عامری، امام محمد باقرؑ سے نقل کرتے ہیں:

لَمَّا عُرِجَ بِرَسُولِ اللَّهِ ص نَزَلَ بِالصَّلَاةِ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا وُلِدَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ زَادَ رَسُولُ اللَّهِ ص سَبْعَ رَكَعَاتٍ شُكْراً لِلَّهِ فَأَجَازَ اللَّهُ لَهُ ذَلِكَ وَ تَرَكَ الْفَجْرَ لَمْ يَزِدْ فِيهَا لِضِيقِ وَقْتِهَا لِأَنَّهُ تَحْضُرُهَا مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَ مَلَائِكَةُ النَّهَارِ فَلَمَّا أَمَرَهُ اللَّهُ بِالتَّقْصِيرِ فِي السَّفَرِ وَضَعَ عَنْ أُمَّتِهِ سِتَّ رَكَعَاتٍ وَ تَرَكَ الْمَغْرِبَ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهَا شَيْئاً وَ إِنَّمَا يَجِبُ السَّهْوُ فِيمَا زَادَ رَسُولُ اللَّهِ ص فَمَنْ شَكَّ فِي أَصْلِ الْفَرْضِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأَوَّلَتَيْنِ اسْتَقْبَلَ صَلَاتَهُ.

جب رسول اللہ ﷺ کو معراج پر لے جایا گیا تو نماز دس رکعات کی تعداد میں دو دو کی صورت میں نازل ہوئی۔ جب امام حسن و حسینؑ کی ولادت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے شکرانے کے طور پر سات رکعت کا اضافہ فرمایا اور خدا نے بھی انہیں اس کی اجازت دی، البتہ نماز صبح میں وقت کی تنگی کے باعث کوئی چیز اضافہ نہ کی، کیونکہ اس میں شب و روز کے فرشتے حاضر (و شاہد) ہوتے ہیں۔ جب خدا نے مسافر کے لیے نماز کو قصر کرنے کا حکم دیا تو

[1] فروع کافی: ج ۳، ص ۲۷۳.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت سے چھ رکعت نماز اٹھا لی لیکن مغرب کی نماز سے کوئی چیز کم نہیں کی۔ نماز کا جو حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑھایا تھا اس میں سہو یا خطا ممکن ہے، لیکن جو کوئی بھی اصل واجب یعنی پہلی دو رکعت میں شک کرے تو لازم ہے کہ نماز کو دوبارہ سے ادا کرے۔[1]

نیز فضیل بن یسار کہتے ہیں: میں نے امام صادقؑ سے سنا:

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ فَرَضَ الصَّلَاةَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ عَشْرَ رَكَعَاتٍ فَأَضَافَ رَسُولُ اللَّهِ ص إِلَى الرَّكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ وَ إِلَى الْمَغْرِبِ رَكْعَةً فَصَارَتْ عَدِيلَ الْفَرِيضَةِ لَا يَجُوزُ تَرْكُهُنَّ إِلَّا فِي سَفَرٍ وَ أَفْرَدَ الرَّكْعَةَ فِي الْمَغْرِبِ فَتَرَكَهَا قَائِمَةً فِي السَّفَرِ وَ الْحَضَرِ فَأَجَازَ اللَّهُ لَهُ ذَلِكَ كُلَّهُ فَصَارَتِ الْفَرِيضَةُ سَبْعَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ... إِلَى أَنْ قَالَ وَ لَمْ يُرَخِّصْ رَسُولُ اللَّهِ ص لِأَحَدٍ تَقْصِيرَ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ ضَمَّهُمَا إِلَى مَا فَرَضَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ بَلْ أَلْزَمَهُمْ ذَلِكَ إِلْزَاماً وَاجِباً وَ لَمْ يُرَخِّصْ لِأَحَدٍ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ إِلَّا لِلْمُسَافِرِ وَ لَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يُرَخِّصَ مَا لَمْ يُرَخِّصْهُ رَسُولُ اللَّهِ ص- فَوَافَقَ أَمْرُ رَسُولِ اللَّهِ أَمْرَ اللَّهِ وَ نَهْيُهُ نَهْيَ اللَّهِ وَ وَجَبَ عَلَى الْعِبَادِ التَّسْلِيمُ لَهُ كَالتَّسْلِيمِ لِلَّهِ.

خدا نے دو دو کر کے دس رکعت نماز واجب کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ظہر، عصر اور عشاء) کی دو رکعت میں دو دو رکعت اور مغرب میں ایک رکعت کا اضافہ فرمایا جو فریضے کی معادل قرار پائی اور ان کو سفر کے علاوہ ترک کرنا جائز نہیں، اور مغرب کو الگ رکھا اور اسے سفر و حضر دونوں میں یکساں قرار دیا۔ خدا نے بھی انہیں اس کی اجازت دی۔ اس طرح فرض نماز سترہ رکعت ہو گئی... [پھر امام نے فرمایا] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اس دو رکعت نماز کے ترک

---

[1] فروع کافی: ج ۳، ص ۴۸۷.

کرنے کی رخصت نہیں دی۔ بلکہ اسے تمام پر واجب قرار دیا اور سوائے مسافر کے کسی کو یہ حق نہیں دیا کہ ان میں سے کم کرے اور کسی کو حق نہیں کہ جس بات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہیں دی وہ اس کی اجازت دے۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم، حکم خدا کے ساتھ اور ان کی نہی، نہی خدا کے ساتھ موافق ہے اور یہ بندوں پر واجب ہے، کہ جیسے امر خدا کے سامنے تسلیم ہوتے ہیں ویسے ہی امر رسول کے سامنے بھی تسلیم ہوں۔ [1]

قانون گزاری کا اہلبیتؑ کو تفویض ہونا

کثیر روایات موجود ہیں جن کے مطابق جو کچھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تفویض ہوا تھا وہی سب کچھ ان کے اہلبیتؑ کو بھی تفویض ہوا ہے:

محمد بن حسن المیثمی اپنے والد سے اور وہ امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ أَدَّبَ رَسُولَهُ ص حَتَّى قَوَّمَهُ عَلَى مَا أَرَادَ ثُمَّ فَوَّضَ إِلَيْهِ فَقَالَ ﴿ما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَ ما نَهاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ فَمَا فَوَّضَ اللَّهُ إِلَى رَسُولِهِ فَقَدْ فَوَّضَهُ إِلَيْنَا.

بے شک خدا نے اپنے رسول کی تربیت کی یہاں تک کہ انہیں وہاں لا کھڑا کیا جہاں وہ چاہتا تھا، پس امور کو انہیں تفویض کیا اور فرمایا: ﴿جو کچھ بھی رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس

[1] وسائل الشیعہ: ج ۴، ص ۴۵.

سے روکے اس سے رک جاؤ﴾ اور جو کچھ بھی خدا نے اپنے رسول کو تفویض کیا تھا وہ اس نے ہم (اہلبیت) کو بھی تفویض کیا ہے۔[1]

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ امام صادقؑ نے فرمایا:

لَا وَ اللَّهِ مَا فَوَّضَ اللَّهُ إِلَى أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ إِلَّا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ص وَ إِلَى الْأَئِمَّةِ ع فَقَالَ ﴿إِنَّا أَنْزَلْنا إِلَيْكَ الْكِتابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِما أَراكَ اللَّهُ﴾ وَ هِيَ جَارِيَةٌ فِي الْأَوْصِيَاءِ.

خدا کی قسم! خدا نے اپنی مخلوق میں سے نبی اور آئمہؑ کے سوا کسی کو بھی امور تفویض نہیں کیے۔ وہ فرماتا ہے: ﴿ہم نے تجھ پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی تاکہ جو کچھ خدا نے تمہیں سکھایا ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان قضاوت کرو﴾۔ اور یہ حکم آپ کے اوصیاء کے بارے میں بھی جاری ہے۔[2]

علامہ مجلسی کہتے ہیں:

خبر کا ظاہر یہ ہے کہ امام نے ﴿بِما أَراكَ اللَّهُ﴾ کو اس الہام اور احکام سے تفسیر فرمایا ہے جو ان کے دلوں میں القاء کیے جاتے ہیں، تاکہ یہ تفویض کے بعض معنی پر دلالت کرے۔[3]

ابو اسحاق نحوی کہتے ہیں: میں امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے:

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ أَدَّبَ نَبِيَّهُ عَلَى مَحَبَّتِهِ فَقَالَ ﴿وَ إِنَّكَ لَعَلى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾[1] ثُمَّ فَوَّضَ إِلَيْهِ فَقَالَ عَزَّ وَ جَلَّ ﴿وَ ما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَ ما نَهاكُمْ عَنْهُ

---

[1] بصائر الدرجات: ج ۲، ص ۲۳۷.

[2] بصائر الدرجات: ج ۲، ص ۲۴۲..

[3] بحار الانوار: ج ۲۵، ۳۳۴.

فَانْتَهُوا﴾[2] وَ قَالَ عَزَّ وَ جَلَّ ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطاعَ اللَّهَ﴾[3] قَالَ ثُمَّ قَالَ وَ إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ فَوَّضَ إِلَى عَلِيٍّ وَ ائْتَمَنَهُ فَسَلَّمْتُمْ وَ جَحَدَ النَّاسُ فَوَ اللَّهِ لَنُحِبُّكُمْ أَنْ تَقُولُوا إِذَا قُلْنَا وَ أَنْ تَصْمُتُوا إِذَا صَمَتْنَا وَ نَحْنُ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ مَا جَعَلَ اللَّهُ لِأَحَدٍ خَيْراً فِي خِلَافِ أَمْرِنَا.

بے شک اللہ نے اپنی نبی کی تربیت اپنی محبت پر کی پس فرمایا: ﴿بے شک تو خلق عظیم کا مالک ہے﴾۔ پھر خدا نے امور انہیں تفویض کیے، پس فرمایا: ﴿جو رسول دے اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ﴾۔ اور فرمایا: ﴿جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی﴾۔ اس کے بعد امام نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (جو امور خدا نے انہیں تفویض فرمائے تھے) وہ علیؑ اور آئمہؑ کو تفویض فرمائے، تم (شیعوں) نے تو اسے تسلیم کیا لیکن (باقی) لوگ انکار کر بیٹھے۔ خدا کی قسم! ہمیں پسند ہے کہ جب بھی ہم کچھ کہیں تو تم بھی وہی کہو اور جب ہم ساکت ہو جائیں تو تم بھی سکوت اختیار کر لو، ہم خدا اور تمہارے درمیان ہیں۔ خدا نے ہمارے حکم کی مخالفت کرنے میں کسی کے لیے بھی خیر و خوبی نہیں رکھی۔[4]

ممکن ہے کہ کوئی کہے: اگر وہ موارد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ کو تفویض کیے گئے ہیں، خدا کے حکم اور اذن کے بغیر ہوں تو یہ خدا کے اس قول کے مخالف ہے: ﴿وَ ما يَنْطِقُ عَنِ الْهَوى ۞إِنْ هُوَ إِلاَّ وَحْيٌ

---

[1] القلم: ۴.
[2] الحشر: ۷.
[3] النساء: ۸۰.
[4] اصول کافی: ج۱، ص۲۶۵.

یُوحی﴾ اور وہ تو اپنی ہوائے نفس سے کلام بھی نہیں کرتا بلکہ وہ جو بھی کہتا ہے وہی ہوتا ہے جو اس پر وحی ہوتی ہے۔[1] اور اگر یہ خدا کے حکم اور ارادے سے ہے تو پھر وہ احکامات جو خدا نے دیے اور واجب کیے ہیں اور جو ان (اہلبیتؑ) سے صادر ہوئے ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔

ہم دوسرے قول کا انتخاب کریں گے ؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور آئمہؑ کے بنائے ہوئے سب قوانین، خدا کی جانب سے قانون گزاری کی اجازت اور انہیں امور کے تفویض ہونے کے بعد صادر ہوئے ہیں اور ان دو میں فرق روشن ہے؛ کیونکہ جو کچھ خدا نے واجب کیا اور براہ راست واجب کیا وہ فرمان قطعی ہے، لیکن دوسرے موارد در رسول اللہ ﷺ اور آئمہؑ کو تفویض کیے گئے اور وہ اختیار رکھتے ہیں کہ کچھ چیزوں کا اضافہ کریں کہ اس صورت میں خدا بھی ان چیزوں کو امت پر واجب کر دیتا ہے۔ ان چیزوں میں بھی بندوں کے لیے لازم ہے کہ وہ تسلیم ہو جائیں ویسے ہی جیسے خدا کے حکم کے سامنے تسلیم ہوتے ہیں جیسا کہ اس سے قبل (اس بات کا بیان) گزر چکا ہے۔

آئمہؑ کے قلوب مشیت الٰہی کا مسکن ہیں

قابل ذکر بات یہ ہے کہ قانون سازی کے سلسلے میں جو کچھ بھی رسول اللہ ﷺ اور آئمہؑ سے صادر ہوتا ہے وہ حکم، خدا کی طرف سے براہ راست صادر نہیں ہوتا، لیکن (پھر بھی) یہ سب کے سب خدا کے امر و نہی کے موافق ہوتے ہیں، اس مطلب پر بھی متعدد روایات دلالت کرتی ہیں نمونے کے طور پر:

ابو نعیم محمد بن احمد انصاری کہتے ہیں:

---

[1] النجم: ۲ و ۳.

وَجَّهَ قَوْمٌ مِنَ الْمُفَوِّضَةِ وَ الْمُقَصِّرَةِ كَامِلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ الْمَدَنِيَّ إِلَى أَبِي مُحَمَّدٍ ع قَالَ كَامِلٌ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي أَسْأَلُهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ عَرَفَ مَعْرِفَتِي وَ قَالَ بِمَقَالَتِي قَالَ فَلَمَّا دَخَلْتُ عَلَى سَيِّدِي أَبِي مُحَمَّدٍ ع نَظَرْتُ إِلَى ثِيَابٍ بَيَاضٍ نَاعِمَةٍ عَلَيْهِ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي وَلِيُّ اللَّهِ وَ حُجَّتُهُ يَلْبَسُ النَّاعِمَ مِنَ الثِّيَابِ وَ يَأْمُرُنَا نَحْنُ بِمُوَاسَاةِ الْإِخْوَانِ وَ يَنْهَانَا عَنْ لُبْسِ مِثْلِهِ فَقَالَ مُتَبَسِّماً يَا كَامِلُ وَ حَسَرَ ذِرَاعَيْهِ فَإِذَا مِسْحٌ أَسْوَدُ خَشِنٌ عَلَى جِلْدِهِ فَقَالَ هَذَا لِلَّهِ وَ هَذَا لَكُمْ فَسَلَّمْتُ وَ جَلَسْتُ إِلَى بَابٍ عَلَيْهِ سِتْرٌ مُرْخًى فَجَاءَتِ الرِّيحُ فَكَشَفَتْ طَرَفَهُ فَإِذَا أَنَا بِفَتًى كَأَنَّهُ فِلْقَةُ قَمَرٍ مِنْ أَبْنَاءِ أَرْبَعِ سِنِينَ أَوْ مِثْلِهَا فَقَالَ لِي يَا كَامِلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ فَاقْشَعْرَرْتُ مِنْ ذَلِكَ وَ أُلْهِمْتُ أَنْ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا سَيِّدِي فَقَالَ جِئْتَ إِلَى وَلِيِّ اللَّهِ وَ حُجَّتِهِ وَ بَابِهِ تَسْأَلُهُ هَلْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ عَرَفَ مَعْرِفَتَكَ وَ قَالَ بِمَقَالَتِكَ فَقُلْتُ إِي وَ اللَّهِ قَالَ إِذَنْ وَ اللَّهِ يَقِلَّ دَاخِلُهَا وَ اللَّهِ إِنَّهُ لَيَدْخُلُهَا قَوْمٌ يُقَالُ لَهُمُ الْحَقِّيَّةُ قُلْتُ يَا سَيِّدِي وَ مَنْ هُمْ قَالَ قَوْمٌ مِنْ حُبِّهِمْ لِعَلِيٍّ ع يَحْلِفُونَ بِحَقِّهِ و لَا يَدْرُونَ مَا حَقُّهُ وَ فَضْلُهُ ثُمَّ سَكَتَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ عَنِّي سَاعَةً ثُمَّ قَالَ وَ جِئْتَ تَسْأَلُهُ عَنْ مَقَالَةِ الْمُفَوِّضَةِ كَذَبُوا بَلْ قُلُوبُنَا أَوْعِيَةٌ لِمَشِيَّةِ اللَّهِ فَإِذَا شَاءَ شِئْنَا وَ اللَّهُ يَقُولُ ﴿وَ ما تَشاؤُنَ إِلَّا أَنْ يَشاءَ اللَّهُ﴾[1] ثُمَّ رَجَعَ السِّتْرُ إِلَى حَالَتِه.

مفوضہ ومقصرہ کے ایک گروہ نے اپنا نمائندہ بنا کر کامل بن ابراہیم مدنی کو امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں بھیجا کامل کہتے ہیں کہ میں نے خود سے کہا کہ کیا میں اس سے سوال کروں جو میرے جیسی شناخت رکھتا ہے اور میری طرح ہی کلام کرتا ہے۔اس کے علاوہ کوئی جنت میں داخل نہیں ہو گا؟ کہتا ہے: اس وقت میں اپنے امام حسن عسکریؑ کی بارگاہ میں پہنچا، میری نگاہ ان کے سفید لطیف لباس پر پڑی، میں نے خود سے کہا: ولی خدا اور حجت الٰہی تو اس قسم کے

---

[1] الدہر: ۳۰.

لطیف لباس زیب تن کرتے ہیں اور ہمیں اپنے برادران دینی کے ساتھ برابری کا حکم دیتے ہیں ! امام نے مسکرا کر فرمایا: اے کامل ! اور ساتھ ہی اپنی آستین اوپر چڑھائی۔ میں نے دیکھا امام نے اس کے نیچے سخت اور موٹا سیاہ کپڑا پہن رکھا تھا۔ فرمایا: اے کامل ! یہ (نیچے کا لباس) خدا کے لیے اور (اوپر والا) تمہارے لیے ہے۔

میں نے سلام کیا اور ایک در کے پاس بیٹھ گیا جس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہوا ئی چلی اور پردہ ہٹ گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک چاند سا بچہ چار سال یا اسی لے لگ بھگ کے سن کا حامل وہاں موجود تھا۔ اس نے مجھ سے فرمایا: اے کامل بن ابراہیم ! (اس کی آواز سنتے ہی) میرا جسم لرز گیا اور مجھے الہام ہوا کہ کہوں: اے میرے سید و سردار !

اس نے فرمایا: ولی خدا کے پاس آیا ہے تا کہ مفوضہ کے کلام کے بارے میں پوچھے، وہ جھوٹے ہیں۔ بلکہ (حقیقت تو یہ ہے کہ) ہماری دل خدا کی مشیت کا مسکن ہیں۔ جب بھی خدا چاہتا ہے تو ہم بھی چاہتے ہیں اور خدا فرماتا ہے: ﴿تم تو کچھ نہیں چاہتے مگر وہی جو خدا چاہتا ہے﴾۔ اس کے بعد پردہ اپنی پہلی حالت پر پلٹ گیا۔ [1]

محمد بن سنان کہتے ہیں:

كُنْتُ عِنْدَ أَبِي جَعْفَرٍ الثَّانِي ع فَأَجْرَيْتُ اخْتِلَافَ الشِّيعَةِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى لَمْ يَزَلْ مُتَفَرِّداً بِوَحْدَانِيَّتِهِ ثُمَّ خَلَقَ مُحَمَّداً وَ عَلِيّاً وَ فَاطِمَةَ فَمَكَثُوا أَلْفَ دَهْرٍ ثُمَّ خَلَقَ جَمِيعَ الْأَشْيَاءِ فَأَشْهَدَهُمْ خَلْقَهَا وَ أَجْرَى طَاعَتَهُمْ عَلَيْهَا وَ فَوَّضَ أُمُورَهَا إِلَيْهِمْ فَهُمْ يُحِلُّونَ مَا يَشَاءُونَ وَ يُحَرِّمُونَ مَا يَشَاءُونَ وَ لَنْ يَشَاءُوا إِلَّا

[1] الغیبۃ، للطوسی: ص ۲۴۷؛ بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۳۳۶.

أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ هَذِهِ الدِّيَانَةُ الَّتِي مَنْ تَقَدَّمَهَا مَرَقَ وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا مُحِقَ وَ مَنْ لَزِمَهَا لَحِقَ خُذْهَا إِلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ.[فَإِنَّهَا مِنْ مَخْزُونِ الْعِلْمِ وَ مَكْنُونِهِ.]

میں امام تقیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے شیعوں میں موجود اختلاف کا ذکر کیا۔ امام نے فرمایا: خدا ہمیشہ سے اپنی وحدانیت میں تنہا تھا، اس کے بعد اس نے محمد و علی و فاطمہؑ کو خلق کیا اور انہوں نے ہزار دن تک صبر کیا۔ اس کے بعد اس نے اشیاء کو خلق کیا اور انہیں اشیاء کی خلقت پر گواہ بنایا اور ان کی اطاعت کو اشیاء پر جاری کیا اور ان کے امور کو انہیں تفویض فرمایا۔ اس بنا پر وہ جو چاہتے ہیں حلال کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں حرام کرتے ہیں، لیکن یہ کچھ چاہتے ہی نہیں مگر وہ جو خدا چاہتا ہے۔

پس جو بھی اس دین سے آگے بڑھا بحر افراط میں غرق ہوا اور جو کوئی بھی ان مراتب سے جو خدا نے ان کے لیے قرار دیے ہیں کمی کرے وہ تفریط کی خشکی میں نابود ہوا اور اس نے ان کی معرفت کی راہ میں جو مومن پر واجب ہے، آل محمد کا حق ادا نہ کیا۔ پھر فرمایا: اے محمد! اس مطلب کو یاد کر لو جو خدا کے مخزون و مکنون علم سے ہے۔ [1]

اس بنا پر قانون گزاری کو رسول اللہ ﷺ اور آئمہ کو تفویض کرنے اور خدا کے اس قول: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ [2] تیرے پاس کوئی اختیار نہیں۔ میں منافات نہیں اور اس کی دلیل جابر جعفی کی یہ روایت ہے جس میں وہ کہتے ہیں:

---

[1] اصول کافی: ج۱، ص۴۴۱. حدیث کی اصل عبارت کا جو جملہ قوسین میں لکھا ہے یہ کافی میں موجود نہیں البتہ اسے بحار الانوار: ج۲۵، ص۲۵ سے نقل کیا گیا ہے. (مترجم)

[2] آل عمران: ۱۲۸.

قَرَأْتُ عِنْدَ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَوْلَ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾[۱] قَالَ بَلَى وَ اللَّهِ إِنَّ لَهُ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئاً وَ شَيْئاً وَ شَيْئاً وَ لَيْسَ حَيْثُ ذَهَبْتَ وَ لَكِنِّي أُخْبِرُكَ أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى لَمَّا أَمَرَ نَبِيَّهُ ص أَنْ يُظْهِرَ وَلَايَةَ عَلِيٍّ ع فَكَّرَ فِي عَدَاوَةِ قَوْمِهِ لَهُ وَ مَعْرِفَتِهِ بِهِمْ وَ ذَلِكَ لِلَّذِي فَضَّلَهُ اللَّهُ بِهِ عَلَيْهِمْ فِي جَمِيعِ خِصَالِهِ كَانَ أَوَّلَ مَنْ آمَنَ بِرَسُولِ اللَّهِ ص وَ بِمَنْ أَرْسَلَهُ وَ كَانَ أَنْصَرَ النَّاسِ لِلَّهِ وَ لِرَسُولِهِ وَ أَقْتَلَهُمْ لِعَدُوِّهِمَا وَ أَشَدَّهُمْ بُغْضاً لِمَنْ خَالَفَهُمَا وَ فَضْلَ عِلْمِهِ الَّذِي لَمْ يُسَاوِهِ أَحَدٌ وَ مَنَاقِبَهُ الَّتِي لَا تُحْصَى شَرَفاً فَلَمَّا فَكَّرَ النَّبِيُّ ص فِي عَدَاوَةِ قَوْمِهِ لَهُ فِي هَذِهِ الْخِصَالِ وَ حَسَدِهِمْ لَهُ عَلَيْهَا ضَاقَ عَنْ ذَلِكَ فَأَخْبَرَ اللَّهُ أَنَّهُ لَيْسَ لَهُ مِنْ هَذَا الْأَمْرِ شَيْءٌ إِنَّمَا الْأَمْرُ فِيهِ إِلَى اللَّهِ أَنْ يُصَيِّرَ عَلِيّاً ع وَصِيَّهُ وَ وَلِيَّ الْأَمْرِ بَعْدَهُ فَهَذَا عَنَى اللَّهُ وَ كَيْفَ لَا يَكُونُ لَهُ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ وَ قَدْ فَوَّضَ اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ جَعَلَ مَا أَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ وَ مَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ قَالَ ﴿ما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَ ما نَهاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾.

میں نے یہ آیت: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾[۲] امام باقرؑ کے سامنے تلاوت فرمائی۔ امام نے فرمایا: خدا کی قسم! ہر چیز کا اختیار اس کے ہاتھ میں ہے لیکن اس طرح نہیں جیسے تو اعتقاد رکھتا ہے۔ بلکہ میں تجھے خبر دیتا ہوں، جب خدا نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ علیؑ کی ولایت کا اعلان کریں، تو رسول اللہ ﷺ کو ان کے بارے میں اس دشمنی کو لے کر جو ان کی قوم ان سے رکھتی تھی اور جو نسبت انہیں ان سے تھی، فکر ہونے لگی اور ان کی قوم کی دشمنی اس وجہ سے تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کی صفات و خصوصیات کی وجہ سے باقی سب پر

[۱] آل عمران: ۱۲۸.
[۲] آل عمران: ۱۲۸.

فضیلت دی تھی، کیونکہ علیؑ وہ پہلے شخص تھے جو رسول اللہ اور حق کے پیامبر پر ایمان لائے تھے، علیؑ خدا اور اس کے رسولؐ کے سب سے زیادہ مدد کرنے والے، اور خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے سب سے زیادہ جنگ کرنے والے تھے، وہ خدا اور رسول سے بڑھ کر ان کے مخالفین سے دشمنی رکھتے تھے، علم کی فضیلت کے معاملے میں بھی کوئی ان کی برابری نہیں کر سکتا تھا اور دوسرے شرف و فضیلتیں جو شمار سے پرے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم کے حسد اور دشمنی کو علی کی خصوصیات کے سلسلے میں دیکھا، تو پریشان ہوئے۔ خدا نے انہیں خبر دی کہ تو اس بارے میں اختیار نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کا معاملہ خدا سے مربوط ہے کہ وہ علیؑ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وصی اور ولی امر جانے اور اس (آیت) سے خدا کا یہی مقصود تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے اختیار نہیں رکھتے جبکہ خدا نے انہیں یہ امر تفویض کیا کہ جو وہ حلال کر دیں حلال اور جو وہ حرام کر دیں حرام ہے۔ پھر خدا فرماتا ہے: ﴿رسول جو تمہیں دے وہ لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ﴾۔[1]

بہر حال، گزشتہ مطالب کا حاصل یہ ہے کہ جو کچھ بھی قانون گزاری اور امر تشریع میں سے انہیں تفویض ہوا ہے، وہ یہ نہیں ہے کہ یہ اپنے ارادے سے بنا کسی وحی والہام کے جس چیز کو بھی چاہتے ہیں حلال کرتے اور جس کو چاہتے ہیں حرام کرتے ہیں؛ کیونکہ یہ موضوع ضرورت عقلی و نقلی کے تحت باطل ہے۔ بلکہ تشریع میں تفویض سے مراد یہ ہے کہ یہ اذن الٰہی سے ہو؛ اس معنی میں کہ جب خدا نے ان کی عقول کو کامل

[1] تفسیر عیاشی: ج۱، ص ۳۳۷.

فرمایا اور ان کی اس طرح تربیت کی کہ یہ خدا کی چاہت کے علاوہ کسی اور چیز کو اختیار نہیں کرتے، تو خدا نے بعض تشریعات کو انہیں تفویض فرمایا تا کہ وہ اپنی بارگاہ میں انہیں حاصل شدہ مقام کو آشکار اور ظاہر کرے۔

آخر کلام میں اس بات کا ذکر کرنا بھی بہتر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ کو تفویض تشریع اور قانون گزاری کے سلسلے میں بیان کیا جانے والا مذکورہ مبنٰی بعض ان افراد کے نظریے سے مختلف ہے جو کہتے ہیں: آئمہ فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث کو روایت کرتے ہیں اور ان کا تشریع اور قانون گزاری میں بس اتنا ہی کردار ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ اس گروہ کے نظریے کے مطابق آئمہ اور اہلبیتؑ کے لیے ولایت تشریعی معنی نہیں رکھتی۔

تفویض کے دوسرے مصادیق

علامہ مجلسی کا کہنا ہے کہ روایات میں تفویض کے دوسرے مصادیق اور استعمال بھی موجود ہیں جو عبارت ہیں:

اول: لوگوں کے امور کا تفویض ہونا؛ من جملہ سیاست، تادیب، ان کو کمال تک پہنچانا اور ان کی تعلیم اور لوگوں کو ان چیزوں کے سلسلے میں جو انہیں پسند ہیں اور جو انہیں پسند نہیں اپنی اطاعت کا حکم دینا، اور ان موارد میں بھی جن میں دلیل مصلحت کو جانتے ہیں اور جن میں نہیں جانتے۔

یہ کلام، حق ہے؛ خدا کے اس قول کی بنا پر: جو کچھ تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ اور اس پر دوسرے اخبار و روایات بھی دال ہیں۔

جابر کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ لَمَّا خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ دَعَاهُنَّ فَأَجَبْنَهُ فَعَرَضَ عَلَيْهِنَّ نُبُوَّتِي وَ وَلَايَةَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَقَبِلَتَاهُمَا ثُمَّ خَلَقَ الْخَلْقَ وَ فَوَّضَ

إِلَيْنَا أَمْرَ الدِّينِ فَالسَّعِيدُ مَنْ سَعِدَ بِنَا وَ الشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ بِنَا نَحْنُ الْمُحِلُّونَ لِحَلَالِهِ وَ الْمُحَرِّمُونَ لِحَرَامِهِ[1].

جب خدا نے زمین و آسمان کو خلق کیا تو انہیں آواز دی۔ انہوں نے جواب دیا تو خدا نے ان پر میری نبوت اور علیؑ کی ولایت کو پیش کیا، انہوں نے اسے قبول کر لیا، پھر خدا نے امر دین کو ہمیں تفویض کیا، پس جو سعادت مند ہے وہ ہماری واسطے سے سعادت حاصل کرے گا اور جو شقی بنے کا وہ بھی ہمیں (چھوڑ دینے) کی وجہ سے شقی بنے گا۔ ہم حلال خدا کو حلال کرنے والے اور محرمات خدا کو حرام کرنے والے ہیں۔[2]

دوم: علوم واحکام کے بیان کی تفویض، اس صورت میں کہ جو بہتر سمجھیں لوگوں کی عقول کو مد نظر رکھتے ہوئے یا تقیے کے سبب سے (بیان کریں) ۔ اسی وجہ سے یہ بعض افراد کو احکام واقعی اور بعض کو تقیے پر مبنی احکام بیان کرتے ہیں، تفسیر و تاویل آیات بیان کرتے ہیں، معارف کو ہر سوال کرنے والے کی عقل کے مطابق بیان کرتے ہیں اور جس طرح کثیر روایات میں آیا ہے یہ اگر چاہیں تو ان قسم کے معارف بیان کر سکتے ہیں اور چاہیں تو سکوت اختیار کر سکتے ہیں۔

صفوان بن یحییٰ، محمد بن حکیم سے نقل کرتے ہیں:

سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ ع عَنِ الْإِمَامِ هَلْ يُسْأَلُ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ وَ الَّذِي يَحْتَاجُ النَّاسُ وَ لَا يَكُونُ فِيهِ شَيْءٌ قَالَ لَا وَ لَكِنْ يَكُونُ عِنْدَهُ وَ لَا يُجِيبُ ذَاكَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ أَجَابَ وَ إِنْ شَاءَ لَمْ يُجِبْ.

---

[1] كشف الغمّة: ج۱، ص۲۹۱.

[2] بحار الانوار: ج۲۵، ص۳۳۹.

میں نے امام موسیٰ کاظمؑ سے پوچھا: کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ امام سے وہ مسائل حلال و حرام دریافت کیے جائیں جن کی لوگوں کو احتیاج ہے، لیکن وہ ان کے جواب نہ جانتا ہو؟ امام نے فرمایا: نہیں وہ جانتا ہے، لیکن ممکن ہے کہ جواب نہ دے۔ کیونکہ اسے اختیار حاصل ہے، اگر وہ چاہے گا تو جواب دے اور اگر نہ چاہے تو جواب نہ دے۔[1]

عبداللہ ابن سنان، موسی بن اشیم سے نقل کرتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ مَسْأَلَةٍ فَأَجَابَنِي فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ عَنْهَا بِعَيْنِهَا فَأَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا أَجَابَنِي ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَسَأَلَهُ عَنْهَا بِعَيْنِهَا فَأَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا أَجَابَنِي وَ أَجَابَ صَاحِبِي فَفَزِعْتُ مِنْ ذَلِكَ وَ عَظُمَ عَلَيَّ فَلَمَّا خَرَجَ الْقَوْمِ نَظَرَ إِلَيَّ فَقَالَ يَا ابْنَ أَشْيَمَ كَأَنَّكَ جَزِعْتَ قُلْتُ جَعَلَنِيَ اللَّهُ فِدَاكَ إِنَّمَا جَزِعْتُ مِنْ ثَلَاثِ أَقَاوِيلَ فِي مَسْأَلَةٍ وَاحِدَةٍ فَقَالَ يَا ابْنَ أَشْيَمَ إِنَّ اللَّهَ فَوَّضَ إِلَى دَاوُدَ ع أَمْرَ مُلْكِهِ فَقَالَ ﴿هذا عَطاؤُنا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسابٍ﴾ وَ فَوَّضَ إِلَى مُحَمَّدٍ ص أَمْرَ دِينِهِ فَقَالَ ﴿ما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَ ما نَهاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى فَوَّضَ إِلَى الْأَئِمَّةِ مِنَّا وَ إِلَيْنَا مَا فَوَّضَ/ إِلَى مُحَمَّدٍ ص فَلَا تَجْزَعْ.

میں امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ جب میں وہاں بیٹھا ہوا تھا اسی دوران ایک شخص داخل ہوا اور اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا، لیکن امام نے اسے جو جواب دیا وہ اس کے خلاف تھا جو مجھے عنایت فرمایا تھا۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا: امام نے اسے پہلے دو جوابوں سے ہٹ کر

[1] بصائر الدرجات: ج۱، ص۱۰۵۔

تیسرا جواب دیا۔ میں تو یہ سب دیکھ کر حیرت زدہ ہوا اور اس بات کو ہضم کرنا میرے لیے سنگین ہو گیا۔ جب وہ چلے گئے تو امام نے مجھے دیکھ کر فرمایا: ابن اشیم! لگتا ہے پریشان ہو گئے ہو! میں نے عرض کی: میں آپ پر قربان جاؤں! ایک ہی مسئلے کے تین جوابوں نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ فرمایا: ابن اشیم! خدا نے اپنا ملک جناب سلیمان ؑ کو تفویض کیا اور فرمایا: ﴿یہ ہماری عطا ہے، چاہو تو بخشش دکھاؤ اور چاہو تو روک لو تم پر اس حوالے سے کوئی حساب نہیں﴾۔ (ایسے ہی) خدا نے اپنے دین کے امر کو محمد ﷺ کو تفویض کیا اور فرمایا: ﴿جو رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ﴾۔ خدا نے جو کچھ بھی رسول اللہ ﷺ کو تفویض کیا تھا وہی سب ہم اہلبیتؑ میں سے آئمہ کو بھی تفویض کیا، لہذا پریشان نہ ہو۔[1]

عبداللہ بن سلیمان کہتے ہیں:

سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ الْإِمَامِ هَلْ فَوَّضَ اللَّهُ إِلَيْهِ كَمَا فَوَّضَ إِلَى سُلَيْمَانَ فَقَالَ نَعَمْ وَ ذَلِكَ أَنَّهُ سَأَلَهُ رَجُلٌ مِنْ مَسْأَلَةٍ فَأَجَابَ وَ سَأَلَهُ رَجُلٌ آخَرُ عَنْ تِلْكَ الْمَسْأَلَةِ فَأَجَابَهُ بِغَيْرِ جَوَابِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَأَلَهُ آخَرُ عَنْهَا فَأَجَابَهُ بِغَيْرِ جَوَابِ الْأَوَّلَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَعْطِ بِغَيْرِ حِسَابٍ هَكَذَا فِي قِرَاءَةِ عَلِيٍّ ع قَالَ قُلْتُ أَصْلَحَكَ اللَّهُ فَحِينَ أَجَابَهُمْ بِهَذَا الْجَوَابِ يَعْرِفُهُمُ الْإِمَامُ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ أَ مَا تَسْمَعُ قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ ﴿إِنَّ فِي ذلِكَ لَآياتٍ لِلْمُتَوَسِّمِينَ﴾[2] وَ هُمُ الْأَئِمَّةُ

---

[1] بصائر الدرجات: ج۲، ص ۲۳۷.

[2] حجر: ۷۵.

﴿وَ إِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُقِيمٍ﴾[1] لَا يَخْرُجُ مِنْهَا أَبَداً ثُمَّ قَالَ نَعَمْ إِنَّ الْإِمَامَ إِذَا نَظَرَ إِلَى رَجُلٍ عَرَفَهُ وَ عَرَفَ لَوْنَهُ وَ إِنْ سَمِعَ كَلَامَهُ مِنْ خَلْفِ حَائِطٍ عَرَفَهُ وَ عَرَفَ مَا هُوَ لِأَنَّ اللَّهَ يَقُولُ ﴿وَ مِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ اخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَ أَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالِمِينَ﴾[2] فَهُمُ الْعُلَمَاءُ وَ لَيْسَ يَسْمَعُ شَيْئاً مِنَ الْإِنْسِ إِلَّا عَرَفَهُ نَاجٍ أَوْ هَالِكٌ فَلِذَلِكَ يُجِيبُهُمْ بِالَّذِي يُجِيبُهُمْ بِهِ.

ایک شخص نے امام صادقؑ سے پوچھا: کیا امام کو بھی سلیمان نبیؑ کی طرح سے امور تفویض ہوئے ہیں؟ امام نے فرمایا: ہاں! اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ جب ایک مرد نے امام سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو امام نے اسے (ایک طرح سے) جواب دیا۔ لیکن جب وہی مسئلہ ایک اور شخص نے پوچھا تو امام نے اسے پہلے جواب سے الگ جواب دیا۔ پھر وہی سوال ایک تیسرے شخص نے پوچھا اور امام نے تیسرا جواب دیا جو پہلے دو سے مختلف تھا۔ اس کے بعد فرمایا: ﴿یہ ہماری عطا ہے جس کو چاہے بخش اور جس کو چاہے محروم رکھ اس بارے میں تجھ سے کوئی حساب نہیں﴾۔ امام علیؑ کے یہاں بھی ایسا ہی تھا۔

میں نے کہا: خدا آپ کے امور کی اصلاح کرے! جب امام لوگوں کو اس طرح جواب دے رہے تھے، تو کیا انہیں پہچانتے تھے؟ امام نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا نہیں سنا جو خدا نے اپنی کتاب میں فرمایا: ﴿اس میں ہوشیار لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں﴾۔ (یہاں) متوسمین (یعنی ہوش والے) آئمہؑ ہی ہیں۔ اور فرمایا: ﴿ وہ ان کی ہمیشہ رہنے والی راہ پر ہیں﴾۔ اور ہرگز اس

---

[1] حجر: ۷۶.

[2] روم: ۲۲.

سے باہر نہیں جائینگے۔ اس وقت فرمایا: ہاں ہے، ! جب بھی امام کسی شخص کو دیکھتا، تو وہ اسے جانتا ہوتا ہے اور اس کا رنگ بھی جانتا ہے، اور اگر دیوار کے پیچھے سے بھی اس کی آواز سنے تو اس کو جان لیتا ہے اور یہ بھی جان لیتا ہے کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ خدا فرماتا ہے: ﴿خدا کی نشانیوں میں سے آسمان اور زمین ہیں اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کے اختلاف ہیں، اور اس امر میں نشانیاں ہیں علماء کے لیے﴾۔ آئمہ عالم ہیں اور جب بھی کسی مرد سے کوئی بات سنتے ہیں تو جان لیتے ہیں کہ وہ اہل ہلاکت میں سے ہے یا اہل نجات میں سے۔ اسی علم و آگاہی کی وجہ سے ہم لوگوں کی ضرورت کے تحت انہیں جواب دیتے ہیں۔[1]

ابن مسکان، عبد الاعلیٰ بن اعین سے نقل کرتے ہیں:

دَخَلْتُ أَنَا وَ عَلِيُّ بْنُ حَنْظَلَةَ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع فَسَأَلَهُ عَلِيُّ بْنُ حَنْظَلَةَ عَنْ مَسْأَلَةٍ فَأَجَابَ فِيهَا فَقَالَ رَجُلٌ فَإِنْ كَانَ كَذَا وَ كَذَا فَأَجَابَهُ فِيهَا بِوَجْهٍ آخَرَ وَ إِنْ كَانَ كَذَا وَ كَذَا فَأَجَابَهُ بِوَجْهٍ حَتَّى أَجَابَهُ فِيهَا بِأَرْبَعَةِ وُجُوهٍ فَالْتَفَتَ إِلَيَّ عَلِيُّ بْنُ حَنْظَلَةَ قَالَ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ قَدْ أَحْكَمْنَاهُ فَسَمِعَهُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ لَا تَقُلْ هَكَذَا يَا أَبَا الْحَسَنِ فَإِنَّكَ رَجُلٌ وَرِعٌ إِنَّ مِنَ الْأَشْيَاءِ أَشْيَاءَ ضَيِّقَةً وَ لَيْسَ تَجْرِي إِلَّا عَلَى وَجْهٍ وَاحِدٍ مِنْهَا وَقْتُ الْجُمُعَةِ لَيْسَ لِوَقْتِهَا إِلَّا وَاحِدٌ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ وَ مِنَ الْأَشْيَاءِ أَشْيَاءُ مُوَسَّعَةٌ تَجْرِي عَلَى وُجُوهٍ كَثِيرَةٍ وَ هَذَا مِنْهَا.

میں اور علی بن حنظلہ امام صادقؑ کی بارگاہ میں شرفیاف ہوئے۔ علی نے امام سے ایک مسئلے کے بارے میں سوال کیا۔ امام نے جواب دیا۔ علی نے کہا: اگر ایسا ایسا ہو تو کیا ہوگا؟ تو اس مسئلے کے بارے میں امام نے دوسری طرح جواب دیا۔ علی نے پوچھا: اگر یوں اور یوں ہو تو کیا ہوگا؟ امام

---

[1] بصائر الدرجات: ج ۲، ص ۲۴۱.

نے پھر ایک اور جواب دیا، یہاں تک کہ امام نے اس مسئلے کے چار صورتوں میں جواب دیے۔ علی نے میری جانب دیکھا اور کہا: ابا محمد! ہم نے انہیں مات دے دی! امام نے اس کا کلام سن لیا اور فرمایا: اے ابا الحسن! ایسے نہ کہہ۔ تو تو باتقوی انسان ہے۔ بعض اشیاء کا دائرہ وسیع نہیں ہوتا اور وہ (اپنی) ایک (ہی) صورت کے علاوہ جاری نہیں ہو سکتیں؛ ان ہی میں سے ایک نماز جمعہ کا وقت ہے کہ وہ ایک وقت کے علاوہ کوئی دوسرا وقت نہیں رکھتی اور وہ وقت زوال ہے۔ لیکن بعض چیزوں کا دائرہ وسیع ہوتا ہے جنہیں مختلف صورتوں سے جاری کیا جا سکتا ہے ان ہی میں سے وہ مسئلہ بھی ہے جس کے بارے میں تو نے سوال کیا تھا۔ [1]

اس حدیث میں بھی وہی مطلب بیان ہوا ہے جو اس جیسی بہت سی روایات میں آیا ہے جو کہتی ہیں کہ آئمہ کے اقوال بہت سی صورتوں کے حامل ہوتے ہیں۔

محمد بن حمران، محمد بن مسلم سے نقل کرتے ہیں کہ امام صادقؑ نے فرمایا:

إِنَّا لَنَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ بِهَا سَبْعُونَ وَجْهاً لَنَا مِنْ كُلِّهَا الْمَخْرَجُ.

ہم جو کلام بھی کہتے ہیں اس کی ستر صورتیں ہوتیں ہیں اور ہم ہر ایک سے مقصود (خاص) رکھتے ہیں۔ [2]

علی بن حمزہ کہتے ہیں:

دَخَلْتُ أَنَا وَ أَبُو بَصِيرٍ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع فَبَيْنَا نَحْنُ قُعُودٌ إِذْنْ تَكَلَّمَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع بِحَرْفٍ فَقُلْتُ أَنَا فِي نَفْسِي هَذَا مِمَّا أَحْمِلُهُ إِلَى الشِّيعَةِ هَذَا وَ اللَّهِ حَدِيثٌ لَمْ

[1] بصائر الدرجات: ج ۲، ص ۱۲۴.

[2] ایضا: ص ۱۲۶.

أَسْمَعْ مِثْلَهُ قَطُّ قَالَ فَنَظَرَ فِي وَجْهِي ثُمَّ قَالَ إِنِّي لَأَتَكَلَّمُ بِالْحَرْفِ الْوَاحِدِ لِي فِيهِ سَبْعُونَ وَجْهاً إِنْ شِئْتُ أَخَذْتُ كَذَا وَ إِنْ شِئْتُ أَخَذْتُ كَذَا.

میں اور ابو بصیر امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہمارے بیٹھے بیٹھے امام نے کچھ ارشاد فرمایا۔ میں نے خود سے کہا: یہ تو وہ بات ہے جس کا شیعوں تک پہنچانا ضروری ہے۔ خدا کی قسم! میں نے اس طرح کا کلام پہلے نہیں سنا تھا۔ امام نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: میں تو بس ایک کلام کرتا ہوں، لیکن میرے لیے اس کی ستر صورتیں ہوتی ہیں۔ اگر چاہتا ہے تو اسے اِس طرح سمجھ اور اگر چاہتا ہے تو اسے اُس طرح جان۔[1]

حسن بن محبوب امام صادقؑ کے احوال نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام نے فرمایا:

أَنْتُمْ أَفْقَهُ النَّاسِ مَا عَرَفْتُمْ مَعَانِيَ كَلَامِنَا إِنَّ كَلَامَنَا لَيَنْصَرِفُ عَلَى سَبْعِينَ وَجْهاً.

تم لوگ لوگوں میں ہمارے کلام کی معرفت اور فہم کے حوالے سے سب سے زیادہ دانا ہو ہمارے کلام کی ستر صورتوں میں توجیہ کی جاسکتی ہے۔[2]

سوم: بخشش و عطا میں تفویض۔ زمین اور اس میں جو کچھ بھی ہے اسے خدا نے ان (اہلبیتؑ) کے لیے خلق کیا ہے اور خمس، انفال اور غنائم کو ان کے لیے قرار دیا۔ لہذا یہ جس چیز کو چاہیں بخش سکتے ہیں اور جس کو چاہیں روک سکتے ہیں۔

ابو بکر حضرمی، ابن ہبیرہ کے غلام رفید سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتا ہے:

امام صادقؑ نے فرمایا: إِذَا رَأَيْتَ الْقَائِمَ قَدْ أَعْطَى رَجُلًا مِائَةَ أَلْفِ دِرْهَمٍ وَ أَعْطَاكَ دِرْهَماً فَلَا يَكْبُرَنَّ ذَلِكَ فِي صَدْرِكَ فَإِنَّ الْأَمْرَ مُفَوَّضٌ إِلَيْهِ[1].

---

[1] ایضاً: ص ۱۲۵.

[2] ایضا: ص ۱۲۶.

جب بھی تو دیکھے کہ قائم[ع] ایک مرد کو ایک لاکھ درہم دے رہے ہیں اور تجھے ایک درہم، تو پریشان نہ ہونا، کیونکہ یہ کام انہیں تفویض ہو چکا ہے۔[۲]

آخر میں ہم بھی علامہ مجلسی کی طرح کہتے ہیں کہ:

جب بھی تو تفویض کے وہ معنی جو ہم نے بیان کیے ہیں، کو کامل طرح سے سمجھ لے گا تو اس بارے میں وارد ہونے والی احادیث کو سمجھنا آسان ہو جائے گا، اور وہ افراد جو کلی طور پر تفویض کی نفی کرتے ہیں لیکن اس کے معنی سے آشنائی نہیں رکھتے، ان کے قول کے ضعف کو درک کر لے گا۔[۳]

---

[۱] مروی فی البصائر، و منقول فی البحار ج ۷ ص ۲۶۱.

[۲] اختصاص شیخ مفید: ص ۳۳۲.

[۳] بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۳۴۹.

چوتھی بحث:

غالی، اہلبیتؑ کی نظر میں

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اہلبیتؑ نے غلو اور غالیوں کے خلاف قطعی موقف اپنایا ہم اس کی نظیر دوسرے مسائل کے زمینے میں نہیں دیکھتے۔ کیوں اہلبیتؑ قاطعیت کے ساتھ غلو کے مقابل کھڑے ہوئے اور اس بڑی اور اہم مشکل سے مقابلہ کرنے کے لیے مختلف طریقوں کا استعمال کیا؟ یہ وہ مشکل تھی جس نے بطور عام تفکر دینی کو اور بطور خاص مکتب اہلبیتؑ کو نقصان پہنچایا؛ جیسا کہ ہم نے اشارہ بھی کیا ہے کہ حکام کی قدرت ہمیشہ اس امر میں کوشاں رہی کہ غالیوں کو شیعوں کے ساتھ ملحق کیا جائے تاکہ ان کے عقائد کی قدر و قیمت کو اکھاڑ پھینکیں اور شیعوں کو لوگوں کے سامنے بدترین صورت کے ساتھ متعارف کروائیں اور دنیا میں ڈھنڈھورا پٹوا دیں کہ شیعہ اپنے اماموں کی خدائی کے قائل ہیں۔

اس رو سے یہ خود کو مسلمان کہنے کی صلاحیت کھو بیٹھیں گے اور اس بہانے سے ان کا خون بہایا جائے اور ان کے اموال غارت کیے جائیں۔ تاریخ ہمارے لیے اس قسم کے بہت سے سیاہ واقعات کو بیان کرتی ہے۔ شاید آج کے دور میں پیروان مکتب اہلبیتؑ پر دنیا کے گوش و کنار سے لگنے والے فتوے ہماری بات کے بہترین گواہ ہیں۔

یہی وہ موارد تھے جنہوں نے اہلبیتؑ کو اس بات پر ابھارا کہ غالیوں سے بیزاری کا اعلان کریں، کھل کر ان پر لعنت کریں، ان کے کفر کا حکم لگائیں، ان کی غرض پر مبنی نیتوں کو آشکار و برملا کریں اور ان کے پیروکاروں کو ان کے ساتھ بیٹھنے، ان کی باتیں سننے، یہاں تک کہ ان سے تعلق رکھنے سے بھی منع فرمائیں۔

شیعوں نے اپنی پوری تاریخ میں آئمہ کے ان احکامات کو قبول کیا، اور غالیوں سے بیزاری کا اظہار کیا، یہاں تک کہ ان کی کتب غالیوں سے بے زاری سے پر ہیں۔ ہم یہاں پر کچھ روایات نقل کرتے ہیں جو غلو اور غالیوں کے مسئلے کے مقابل اہلبیتؑ کے قطعی رویہ کو بیان کرتی ہیں۔ یہ روایات چند حصوں میں منقسم ہو سکتی ہیں:

پہلا حصہ: غالی، خدا کی بدترین مخلوق ہیں

امالی طوسی میں فضیل بن یسار سے اس طرح نقل ہوا ہے:

امام صادقؑ فرماتے ہیں: احْذَرُوا عَلَى شَبَابِكُمْ الْغُلَاةَ لَا يُفْسِدُونَهُمْ، فَإِنَّ الْغُلَاةَ شَرُّ خَلْقِ اللَّهِ، يُصَغِّرُونَ عَظَمَةَ اللَّهِ، وَ يَدَّعُونَ الرُّبُوبِيَّةَ لِعِبَادِ اللَّهِ، وَ اللَّهِ إِنَّ الْغُلَاةَ شَرٌّ مِنَ الْيَهُودِ وَ النَّصارى وَ الْمَجُوسَ وَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا. ثُمَّ قَالَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ): إِلَيْنَا يَرْجِعُ الْغَالِي فَلَا نَقْبَلُهُ، وَ بِنَا يَلْحَقُ الْمُقَصِّرُ فَنَقْبَلُهُ. فَقِيلَ لَهُ: كَيْفَ ذَلِكَ، يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ: لِأَنَّ الْغَالِيَ قَدِ اعْتَادَ تَرْكَ الصَّلَاةِ وَ الزَّكَاةِ وَ الصِّيَامِ وَ الْحَجِّ، فَلَا يَقْدِرُ عَلَى تَرْكِ عَادَتِهِ، وَ عَلَى الرُّجُوعِ إِلَى طَاعَةِ اللَّهِ (عَزَّ وَ جَلَّ) أَبَداً، وَ إِنَّ الْمُقَصِّرَ إِذَا عَرَفَ عَمِلَ وَ أَطَاعَ.

غالیوں سے اپنے جوانوں کو بچا کر رکھو کہیں یہ انہیں فاسد نہ بنادیں؛ کیونکہ غالی خدا کی بدترین مخلوق ہیں۔ یہ خدا کو چھوٹا بتاتے ہیں اور اس کے بندوں کے لیے خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! غلات یہود و نصاریٰ، مجوسیوں اور مشرکوں سے بھی بدتر ہیں۔ پھر امام نے فرمایا: اگر غالی ہماری طرف پلٹے تو ہم اسے قبول نہیں کرینگے لیکن اگر مقصر ہم سے آملے تو ہم اسے قبول کرینگے۔ سوال ہوا: ایسا کیوں یابن رسول اللہ ﷺ! فرمایا: کیونکہ غالی نماز، روزہ، حج، زکات کو ترک کرنے کی عادت ڈال چکا ہوتا ہے اور وہ اپنی عادت چھوڑ نہیں سکتا اور خدا کی

عبادت کی طرف لوٹ نہیں سکتا، لیکن اگر مقصر (حقیقت) جان لے تو وہ عمل کرتا ہے اور اطاعت بجالاتا ہے۔[1]

سعد بن طریف، اصبغ بن نباتہ سے نقل کرتے ہیں:

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اللَّهُمَّ إِنِّي بَرِيءٌ مِنَ الْغُلَاةِ كَبَرَاءَةِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مِنَ النَّصَارَى، اللَّهُمَّ اخْذُلْهُمْ أَبَداً، وَ لَا تَنْصُرْ مِنْهُمْ أَحَداً.

خدایا! میں غالیوں سے بیزار ہوں! ویسے ہی جیسے عیسیٰؑ نصرانیوں سے بیزار تھے۔ خدایا انہیں ہمیشہ رسوا کر اور ان میں سے کسی ایک کی بھی مدد نہ فرما![2]

عبدالرحمن بن کثیر کہتے ہیں:

ایک دن امام صادقؑ نے ایک تویل حدیث میں اپنے اصحاب سے فرمایا: فَوَ اللَّهِ مَا نَحْنُ إِلَّا عَبِيْدَ الَّذِي خَلَقَنَا وَ اصْطَفَانَا مَا نَقْدِرُ عَلَى ضُرٍّ وَ لَا نَفْعٍ إِنْ رَحِمَنَا فَبِرَحْمَتِهِ وَ إِنْ عَذَّبْنَا فَبِذُنُوبِنَا، وَ اللَّهِ مَا لَنَا عَلَى اللَّهِ مِنْ حُجَّةٍ وَ لَا مَعَنَا مِنَ اللَّهِ بَرَاءَةٌ وَ إِنَّا لَمَيِّتُونَ وَ مَقْبُورُونَ وَ مُنْشَرُون...وَيْلَهُمْ مَا لَهُمْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَلَقَدْ آذَوُا اللَّهَ وَ آذَوْا رَسُولَهُ (ص) فِي قَبْرِهِ وَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ وَ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ وَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ (صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ) وَ هَا أَنَا ذَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ لَحْمُ رَسُولِ اللَّهِ وَ جِلْدُ رَسُولِ اللَّهِ أَبِيتُ عَلَى فِرَاشِي خَائِفاً وَجِلا... وَ اللَّهِ لَوِ ابْتُلُوا بِنَا وَ أَمَرْنَاهُمْ بِذَلِكَ لَكَانَ الْوَاجِبُ أَلَّا يَقْبَلُوهُ فَكَيْفَ وَ هُمْ يَرَوْنِي خَائِفاً وَجِلًا أَسْتَعْدِي اللَّهَ عَلَيْهِمْ وَ أَتَبَرَّأُ إِلَى اللَّهِ مِنْهُمْ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي امْرُؤٌ وَلَدَنِي رَسُولُ اللَّهِ (ص) وَ مَا مَعِي بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ، إِنْ أَطَعْتُهُ رَحِمَنِي وَ إِنْ عَصَيْتُهُ عَذَّبَنِي...

---

[1] ترتیب امالی: ج ۳، ص ۵۷.

[2] ایضاً.

خدا کی قسم! ہم خدا کے بندے ہیں اور اس کے سوا اور کچھ نہیں، اسی خدا (کے بندے) جس نے ہمیں خلق کیا اور ہمیں چنا، ہم (بذات) کسی فائدے یا نقصان پر قادر نہیں، اگر وہ ہم پر رحم کرے تو اپنی رحمت کی وجہ سے ہے اور اگر وہ ہم پر عذاب نازل کرے تو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہو گا۔ خدا کی قسم! ہم خدا پر کوئی حجت نہیں رکھتے۔ ہم بھی مریں گے اور قبر میں جائیں گے اور دوبارہ زندہ کیے جائینگے...

وائے ان غالیوں پر انہیں کیا ہو گیا ہے، خدا ان پر لعنت کرے، در حقیقت انہوں نے خدا کو اذیت دی ہے، اس کے رسول کو ان کی قبر میں اذیت دی ہے، اور انہوں نے علی، فاطمہ، حسن و حسین، امام سجاد اور امام باقر علیہم السلام کو اذیت دی ہے، اور اب میں جس کا گوشت و پوست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے، اپنے بستر میں (ان غالیوں کی وجہ سے) خوفزدہ اور لرزاں سوتا ہوں...

اس کے بعد فرمایا: خدا کی قسم! اگر یہ ہمارے ذریعے سے آزمائے جاتے اور ہم انہیں غلو کا حکم دیتے، تو ان پر واجب تھا کہ ہم سے بھی اسے قبول نہ کرتے۔ اب یہ کیسا ہے کہ وہ مجھے ڈرا ہوا اور لرزاں دیکھتے ہیں، میں اس بات کی دعا کرتا ہوں کہ خدا ان سے دشمنی رکھے اور خدا کی بارگاہ میں ان سے بیزاری اختیار کرتا ہوں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نسل رسول سے ہوں لیکن جہنم سے نجات کا پروانہ نہیں رکھتا۔ اگر میں خدا کی اطاعت کروں تو وہ مجھ پر رحم کرے گا اور اگر اس کی نافرمانی کروں تو مجھ پر عذاب نازل کرے گا...[1]

یہی وجہ ہے کہ روایات میں وارد ہوا ہے کہ غالیوں کو روز قیامت اہلبیت علیہم السلام کی شفاعت نصیب نہیں ہو گی:

مسعدہ بن صدقہ کہتے ہیں:

---

[1] اختیار معرفۃ الرجال: ج ۲، ص ۴۹۱.

امام صادقؑ نے اپنے والد سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صِنْفَانِ لَا تَنَالُهُمَا شَفَاعَتِي: سُلْطَانٌ غَشُومٌ عَسُوفٌ، وَ غَالٍ فِي الدِّينِ مَارِقٌ مِنْهُ غَيْرِ تَائِبٍ وَ لَا نَازَعَ».

دو گروہوں کو میری شفاعت نصیب نہیں ہو گی: اس بادشاہ کو جو بے داد پر ستم کرے اور دین کے معاملے میں غلو اختیار کرنے والا اور دین سے منحرف وہ انسان جو واپس نہ پلٹے اور غلو کو ترک نہ کرے۔[1]

دوسرا حصہ: غالیوں کے سرخیلوں سے اظہار برائت

غالیوں کے فاسد عقائد کا مقابلہ کرنے کی غرض سے ان کے سرخیلوں سے بیزاری اور برائت کا اظہار، آئمہ کی بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے، ہم ان میں سے بعض یہاں پر نقل کرتے ہیں:

ابن مسکان اصحاب میں سے کسی ایک سے نقل کرتے ہیں:

میں نے امام صادقؑ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: لَعَنَ اللَّهُ الْمُغِيرَةَ بْنَ سَعِيدٍ، إِنَّهُ كَانَ يَكْذِبُ عَلَى أَبِي فَأَذَاقَهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ، لَعَنَ اللَّهُ مَنْ قَالَ فِينَا مَا لَا نَقُولُهُ فِي أَنْفُسِنَا، وَ لَعَنَ اللَّهُ مَنْ أَزَالَنَا عَنِ الْعُبُودِيَّةِ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَنَا وَ إِلَيْهِ مَآبُنَا وَ مَعَادُنَا وَ بِيَدِهِ نَوَاصِينَا.

خدا مغیرہ بن سعید پر لعنت کرے، کیونکہ وہ میرے والد پر جھوٹ باندھتا تھا۔ خدا اسے گرم لوہے کے عذاب میں مبتلا کرے! خدا اس شخص پر لعنت کرے جو ہمارے بارے میں ایسی بات کہے جس کے ہم خود اپنے بارے میں قائل نہیں، اور خدا لعنت کرے اس پر جو ہمیں اس

[1] قرب الاسناد: ص ۶۴.

خدا کی بندگی سے خارج کرے جس نے ہمیں خلق کیا، ہماری بازگشت بھی اسی کی طرف ہے اور ہمارا اختیار بھی اسی کے ہاتھوں میں ہے۔[1]

ابو یحیی واسطی کہتے ہیں:

امام رضاؑ نے فرمایا: كَانَ بيان [بُنَانٌ] يَكْذِبُ عَلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ (ع) فَأَذَاقَهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ، وَ كَانَ الْمُغِيرَةُ بْنُ سَعِيدٍ يَكْذِبُ عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ (ع) فَأَذَاقَهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ، وَ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ يَكْذِبُ عَلَى أَبِي الْحَسَن مُوسَى (ع) فَأَذَاقَهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ، وَ كَانَ أَبُو الْخَطَّابِ يَكْذِبُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) فَأَذَاقَهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ، وَ الَّذِي يَكْذِبُ عَلَيَّ مُحَمَّدُ بْنُ فُرَاتٍ.

بنان مسلسل امام سجادؑ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ خدا اسے گرم لوہے کے عذاب میں مبتلا کرے۔ مغیرہ بن سعید لگاتار امام باقرؑ پر جھوٹ باندھتا تھا، خدا اسے بھی لوہے کی گرمی کا مزا چکھائے، محمد بن بشیر ہمیشہ امام موسیٰ کاظمؑ پر جھوٹ باندھتا تھا۔ خدا اسے بھی گرم لوہے کے عذاب کا مزا چکھائے۔ اور محمد بن فرات وہ ہے جو مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے۔[2]

ابن سنان کہتے ہیں:

امام صادقؑ نے فرمایا: إِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ صَادِقُونَ لَا نَخْلُو مِنْ كَذَّابٍ يَكْذِبُ عَلَيْنَا فَيُسْقِطُ صِدْقَنَا بِكَذِبِهِ عَلَيْنَا عِنْدَ النَّاسِ، كَانَ رَسُولُ اللَّهِ (ص) أَصْدَقَ الْبَرِيَّةِ لَهْجَةً وَ كَانَ مُسَيْلِمَةُ يَكْذِبُ عَلَيْهِ، وَ كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ (ع) أَصْدَقَ مَنْ بَرَأَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ رَسُولِ اللَّهِ (ص)، وَ كَانَ الَّذِي يَكْذِبُ عَلَيْهِ وَ يَعْمَلُ فِي تَكْذِيبِ صِدْقِهِ بِمَا يَفْتَرِي

---

[1] اختیار معرفۃ الرجال: ج ۲، ص ۵۹۰.

[2] ایضاً: ص ۵۹۱.

عَلَيْهِ مِنَ الْكَذِبِ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَبَإٍ لَعَنَهُ اللَّهُ، وَ كَانَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ (ع) قَدِ ابْتُلِيَ بِالْمُخْتَارِ، ثُمَّ ذَكَرَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: الْحَارِثَ الشَّامِيَّ وَ بَيَانَ، فَقَالَ، كَانَا يَكْذِبَانِ عَلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ (ع) ثُمَّ ذَكَرَ الْمُغِيرَةَ بْنَ سَعِيدٍ وَ بَزِيعاً وَ السَّرِيَّ وَ أَبَا الْخَطَّابِ وَ مَعْمَراً وَ بَشَّاراً الْأَشْعَرِيَّ وَ حَمْزَةَ الْبَرْبَرِيَّ وَ صَائِدَ النَّهْدِيَّ، فَقَالَ: لَعَنَهُمُ اللَّهُ إِنَّا لَا نَخْلُو مِنْ كَذَّابٍ أَوْ عَاجِزِ الرَّأْيِ، كَفَانَا اللَّهُ مَؤُنَةَ كُلِّ كَذَّابٍ وَ أَذَاقَهُمُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ.

ہم اہلبیتؑ سچے ہیں، لیکن ہم ان جھوٹوں سے، امان میں نہیں جو جھوٹ گھڑ کر ہم سے منسوب کرتے ہیں تا کہ لوگوں کے سامنے ہماری صداقت کو ساقط کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ سچ بولنے والے تھے، لیکن مسیلمہ ان پر جھوٹ باندھتا تھا، امیر المومنینؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ سچ بولنے والے تھے، لیکن عبداللہ بن سبا کہ اس پر خدا کی لعنت ہو، ان پر جھوٹ باندھتا تھا، ان سے سچے اقوال کو جھٹلاتا تھا، امام حسینؑ مختار (کی مصیبت) میں مبتلا ہوئے۔ پھر امام صادقؑ نے حارث شامی اور بنان کا ذکر کیا اور فرمایا: یہ دونوں امام سجادؑ پر جھوٹ باندھتے تھے۔ اس کے بعد مغیرہ بن سعید، بزیع، سری، ابوالخطاب، معمر، بشار اشعری، حمزہ زبیدی اور صائد نہدی کا ذکر کیا اور فرمایا: خدا ان پر لعنت کرے، ہم جھوٹے لوگوں یا بے عقل افراد سے جو ہم پر جھوٹ باندھتے ہیں آمان میں نہیں۔ خداوند متعال ان جھوٹوں کی زحمت کو ہمارے کندھوں سے اٹھائے اور انہیں گرم لوہے کے عذاب میں مبتلا کرے۔ [1]

یونس کہتے ہیں:

[1] اختیار معرفۃ الرجال: ج ۲، ص ۵۹۳.

امام رضاؑ نے مجھ سے فرمایا: قَالَ لِي أَبُو الْحَسَنِ الرِّضَا (ع) يَا يُونُسُ أَ مَا تَرَى إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْفُرَاتِ وَ مَا يَكْذِبُ عَلَيَّ فَقُلْتُ أَبْعَدَهُ اللَّهُ وَ أَسْحَقَهُ وَ أَشْقَاهُ! فَقَالَ: قَدْ فَعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ بِهِ، أَذَاقَهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ كَمَا أَذَاقَ مَنْ كَانَ قَبْلَهُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَيْنَا، يَا يُونُسُ إِنَّمَا قُلْتُ ذَلِكَ لِتُحَذِّرَ عَنْهُ أَصْحَابِي وَ تَأْمُرَهُمْ بِلَعْنِهِ وَ الْبَرَاءَةِ مِنْهُ فَإِنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنْهُ.

اے یونس! دیکھ رہے ہو کہ کس طرح محمد بن فرات مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے؟ میں نے کہا خدا اس پر لعنت کرے، اسے برباد کرے اور اسے بدبخت قرار دے۔ امام نے فرمایا: خدا نے اس کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے۔ خدا نے اسے لوہے کی گرمی کا مزا چکھایا ہے، ویسے ہی جیسے اس سے پہلے کے جھوٹوں کو چکھایا تھا۔ اے یونس میں نے یہ بات اس لیے کہی ہے تا کہ تو ہمارے دوستوں کو اس کے شر سے خبردار کرے اور انہیں حکم دے کہ اس پر لعنت کریں اور اس سے بیزاری اختیار کریں؛ کیونکہ خدا (بھی) اس سے بیزار ہے۔[1]

حنان بن سدیر کہتے ہیں:

كُنْتُ جَالِساً عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) وَ مُيَسِّرٌ عِنْدَهُ، وَ نَحْنُ فِي سَنَةِ ثَمَانٍ وَ ثَلَاثِينَ وَ مِائَةٍ، فَقَالَ مُيَسِّرٌ بَيَّاعُ الزُّطِّيِّ: جُعِلْتُ فِدَاكَ عَجِبْتُ لِقَوْمٍ كَانُوا يَأْتُونَ مَعَنَا إِلَى هَذَا الْمَوْضِعِ فَانْقَطَعَتْ آثَارُهُمْ وَ فَنِيَتْ آجَالُهُمْ! قَالَ وَ مَنْ هُمْ قُلْتُ أَبُو الْخَطَّابِ وَ أَصْحَابُهُ، وَ كَانَ مُتَّكِئاً فَجَلَسَ فَرَفَعَ إِصْبَعَهُ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ: عَلَى أَبِي الْخَطَّابِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ أَجْمَعِينَ، فَأَشْهَدُ بِاللَّهِ أَنَّهُ كَافِرٌ فَاسِقٌ مُشْرِكٌ، وَ أَنَّهُ يُحْشَرُ مَعَ فِرْعَوْنَ فِي أَشَدِّ الْعَذَابِ غُدُوًّا وَ عَشِيًّا...

---

[1] ایضاً: ص ۸۲۹.

میں سن ۱۳۸ ہجری میں امام صادقؑ کے پاس بیٹھا تھا اور میسر بھی وہاں موجود تھا۔ میسر بیاع الزطی نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں! میں اس گروہ پر حیران ہو جو ہمارے ساتھ یہاں آتے ہیں لیکن ان کے آثار تمام ہوئے اور ان کی عمر ختم ہوئی۔ امام نے فرمایا: اس کلام سے تیری مراد کون ہیں؟ میں نے عرض کی: ابوالخطاب اور اس کے چیلے! امام ٹیک لگائے ہوئے تھے، (سیدھے) بیٹھ گئے، اپنی انگلی کو آسمان کی جانب بلند کیا اور فرمایا: ابوالخطاب پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو! میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ ایک کافر، فاسق، اور مشرک انسان تھا۔ اور روز و شب شدید ترین عذاب میں اس کا حشر نشر فرعون سے ساتھ ہے۔[1]

تیسرا حصہ: غالیوں سے ساتھ تعلق اور نشت و برخاست قطع کرنے کا حکم

حسن بن خالد امام رضاؑ سے نقل کرتے ہیں:

مَنْ قَالَ بِالتَّشْبِيهِ وَ الْجَبْرِ فَهُوَ كَافِرٌ مُشْرِكٌ وَ نَحْنُ مِنْهُ بُرَآءُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ يَا ابْنَ خَالِدٍ إِنَّمَا وَضَعَ الْأَخْبَارَ عَنَّا فِي التَّشْبِيهِ وَ الْجَبْرِ الْغُلَاةُ الَّذِينَ صَغَّرُوا عَظَمَةَ اللَّهِ تَعَالَى فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَقَدْ أَبْغَضَنَا وَ مَنْ أَبْغَضَهُمْ فَقَدْ أَحَبَّنَا وَ مَنْ وَالاهُمْ فَقَدْ عَادَانَا وَ مَنْ عَادَاهُمْ فَقَدْ وَالانَا وَ مَنْ وَصَلَهُمْ فَقَدْ قَطَعَنَا وَ مَنْ قَطَعَهُمْ فَقَدْ وَصَلَنَا وَ مَنْ جَفَاهُمْ فَقَدْ بَرَّنَا وَ مَنْ بَرَّهُمْ فَقَدْ جَفَانَا وَ مَنْ أَكْرَمَهُمْ فَقَدْ أَهَانَنَا وَ مَنْ أَهَانَهُمْ فَقَدْ أَكْرَمَنَا وَ مَنْ قَبِلَهُمْ فَقَدْ رَدَّنَا وَ مَنْ رَدَّهُمْ فَقَدْ قَبِلَنَا وَ مَنْ أَحْسَنَ إِلَيْهِمْ فَقَدْ أَسَاءَ إِلَيْنَا وَ مَنْ أَسَاءَ إِلَيْهِمْ فَقَدْ أَحْسَنَ إِلَيْنَا وَ مَنْ صَدَّقَهُمْ فَقَدْ كَذَّبَنَا وَ مَنْ كَذَّبَهُمْ فَقَدْ صَدَّقَنَا وَ مَنْ أَعْطَاهُمْ فَقَدْ حَرَمَنَا وَ مَنْ حَرَمَهُمْ فَقَدْ أَعْطَانَا يَا ابْنَ خَالِدٍ مَنْ كَانَ مِنْ شِيعَتِنَا فَلَا يَتَّخِذَنَّ مِنْهُمْ وَلِيّاً وَ لَا نَصِيرا.

[1] اختیار معرفۃ الرجال: ج ۲، ص ۵۸۴.

جو کوئی بھی تشبیہ یا جبر کا قائل ہوا وہ کافر و مشرک ہے اور ہم دنیا و آخرت میں اس سے بیزار ہیں۔اے ابن خالد! وہ غالی جو خدا کی عظمت کو کم شمار کرتے ہیں انہوں نے ہماری نسبت سے تشبیہ اور جبر کے بارے میں احادیث گھڑی ہیں۔ جو کوئی بھی انہیں دوست رکھتا ہے اس کے دل میں ہمارا کینہ ہے، اور جو کوئی بھی ان کے کینے کو اپنے دل میں جگہ دے گا اس نے ہمیں دوست رکھا ہے۔ جو بھی ان سے دوستی رکھتا ہے وہ ہمارا دشمن ہے اور جو ان کا دشمن ہو وہ ہمارا دوست ہے۔ جو ان سے جا ملا وہ ہم سے جدا ہوا اور جو ان سے جدا ہوا وہ ہم سے آن ملا۔ جو کوئی ان پر جفا روا رکھے اس نے ہمارے ساتھ نیکی کی اور جس نے ان کے ساتھ نیکی کی اس نے ہمارے حق میں جفا کی۔ جو ان کی عزت کرے اس نے ہماری اہانت کی اور جو ان کی بے عزتی کرے اس نے اس نے ہماری تکریم کی۔ جس نے انہیں قبول کیا اس نے ہمیں رد کر دیا اور جس نے انہیں رد کر دیا اس نے ہمیں قبول کیا۔ جس نے ان سے نیکی کی اس نے ہم سے بدی کی اور جس نے ان سے بدی کی اس نے ہم سے نیکی کی۔ جس نے ان کی تصدیق کی اس نے ہمیں جھٹلایا اور جس نے انہیں جھٹلایا اس نے ہماری تصدیق کی۔ جس نے بھی انہیں کچھ عطا کیا اس نے ہمیں محروم رکھا اور جس نے انہیں محروم رکھا اس نے ہمیں عطا کیا۔اے ابن خالد! جو کوئی بھی ہمارا پیروکار ہو وہ انہیں اپنا دوست اور مددگار نہیں بنائے گا۔[1]

حسین بن خالد صیرفی کہتے ہیں:

[1] عیون اخبار الرضا: ج۱، ص ۱۳۰.

امام رضاؑ نے فرمایا: مَنْ قَالَ بِالتَّنَاسُخِ فَهُوَ كَافِرٌ ثُمَّ قَالَ ع لَعَنَ اللَّهُ الْغُلَاةَ أَلَا كَانُوا يَهُوداً أَلَا كَانُوا مَجُوساً أَلَا كَانُوا نَصَارَى أَلَا كَانُوا قَدَرِيَّةً أَلَا كَانُوا مُرْجِئَةً أَلَا كَانُوا حَرُورِيَّةً ثُمَّ قَالَ ع لَا تُقَاعِدُوهُمْ وَ لَا تُصَادِقُوهُمْ وَ ابْرَءُوا مِنْهُمْ بَرِئَ اللَّهُ مِنْهُمْ.

جو کوئی بھی تناسخ کا اعتقاد رکھے وہ کافر ہے۔ اس کے بعد فرمایا: خدا غالیوں پر لعنت کرے! جان لو! وہ یہودی یا نصاریٰ یا قدریہ یا مرجئہ یا صروریہ (خوارج کا ایک فرقہ) میں سے ہیں۔ اس کے بعد امام نے فرمایا: ان کی ہم نشینی اختیار نہ کرو، ان سے دوستی اختیار نہ کرو، بلکہ ان سے بیزاری کا اظہار کرو کیونکہ خدا ان سے اظہار برائت کرتا ہے۔ [1]

ابوہاشم جعفری کہتے ہیں: میں نے امام رضاؑ سے غالیوں اور مفوضہ کے بارے میں پوچھا:

امام نے فرمایا: الْغُلَاةُ كُفَّارٌ وَ الْمُفَوِّضَةُ مُشْرِكُونَ مَنْ جَالَسَهُمْ أَوْ خَالَطَهُمْ أَوْ آكَلَهُمْ أَوْ شَارَبَهُمْ أَوْ وَاصَلَهُمْ أَوْ زَوَّجَهُمْ أَوْ تَزَوَّجَ مِنْهُمْ أَوْ آمَنَهُمْ أَوِ ائْتَمَنَهُمْ عَلَى أَمَانَةٍ أَوْ صَدَّقَ حَدِيثَهُمْ أَوْ أَعَانَهُمْ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ خَرَجَ مِنْ وَلَايَةِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ وَلَايَةِ رَسُولِ اللَّهِ ص وَ وَلَايَتِنَا أَهْلَ الْبَيْتِ.

غالی کافر اور مفوضہ مشرک ہیں۔ جو کوئی بھی ان کے یہاں آمد و رفت رکھے یا ان کے ساتھ کھانا پینا رکھے، یا ان سے تعلق رکھے، یا انہیں اپنی بیٹی دے یا ان سے بیٹی لے، یا انہیں پناہ دے، یا انہیں کوئی امانت دے کر امین سمجھے، یا ان کی بات کا یقین کرے، یا اپنے قول سے ان کی مدد کرے، وہ خدا، رسول ﷺ اور ہم اہلبیتؑ کی ولایت سے خارج ہے۔ [2]

علی بن سالم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ امام صادقؑ نے فرمایا:

---

[1] ایضاً: ج ۲، ص ۲۱۸.

[2] ایضاً: ج ۲، ص ۲۱۹.

أَدْنَى مَا يَخْرُجُ بِهِ الرَّجُلُ مِنَ الْإِيمَانِ أَنْ يَجْلِسَ إِلَى غَالٍ فَيَسْتَمِعَ إِلَى حَدِيثِهِ وَ يُصَدِّقَهُ عَلَى قَوْلِهِ إِنَّ أَبِي حَدَّثَنِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ ع أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ص قَالَ صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَا نَصِيبَ لَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ الْغُلَاةُ وَ الْقَدَرِيَّةُ.

کمترین چیز جس کی وجہ سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک انسان کسی غالی کے ساتھ بیٹھے، اور اس کی باتیں سنیں اور ان پر یقین کر لے۔ میرے والد نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے والد سے میرے لیے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے دو گروہوں کو اسلام نصیب نہیں ہوا: ایک غالیوں کو اور دوسرا فرقہ قدریہ کو۔[1]

ابن ابی عمیر، مفضل بن مزید سے نقل کرتے ہیں:

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (ع) وَ ذَكَرَ أَصْحَابَ أَبِي الْخَطَّابِ وَ الْغُلَاةَ، فَقَالَ لِي: يَا مُفَضَّلُ لَا تُقَاعِدُوهُمْ وَ لَا تُؤَاكِلُوهُمْ وَ لَا تُشَارِبُوهُمْ وَ لَا تُصَافِحُوهُمْ وَ لَا تُوَارِثُوهُمْ.

کہ امام صادقؑ نے ابو الخطاب اور اس کے چیلوں کا ذکر کیا اور مجھ سے فرمایا: اے مفضل! ان کے ساتھ ہم نشینی اختیار نہ کرنا، ان کے ساتھ کھانا پینا نہ رکھنا، ان سے مصافحہ نہ کرنا اور انہیں ترجیح مت دینا۔[2]

چوتھا حصہ: اہلبیتؑ کا غالیوں کے ساتھ عملی رویہ

عبداللہ ابن شریک اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

[1] الخصال: ج ۱، ص ۷۲.

[2] اختیار معرفۃ الرجال: ج ۲، ص ۵۸۶.

بَيْنَا عَلِيٌّ ع عِنْدَ امْرَأَةٍ لَهُ مِنْ عَنْزَةَ وَ هِيَ أُمُّ عَمْرٍو إِذْ أَتَاهُ قَنْبَرٌ فَقَالَ إِنَّ عَشَرَةَ نَفَرٍ بِالْبَابِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ رَبُّهُمْ فَقَالَ أَدْخِلْهِمْ قَالَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُمْ مَا تَقُولُونَ فَقَالُوا إِنَّكَ رَبُّنَا وَ أَنْتَ الَّذِي خَلَقْتَنَا وَ أَنْتَ الَّذِي رَزَقْتَنَا فَقَالَ وَيْلَكُمْ لَا تَفْعَلُوا إِنَّمَا أَنَا مَخْلُوقٌ مِثْلُكُمْ فَأَبَوْا أَنْ يَفْعَلُوا فَقَالَ لَهُمْ وَيْلَكُمْ رَبِّي وَ رَبُّكُمُ اللَّهُ وَيْلَكُمْ تُوبُوا وَ ارْجِعُوا فَقَالُوا لَا نَرْجِعُ عَنْ مَقَالَتِنَا أَنْتَ رَبُّنَا تَرْزُقُنَا وَ أَنْتَ خَلَقْتَنَا فَقَالَ يَا قَنْبَرُ ايتِنِي بِالْفَعَلَةِ فَخَرَجَ قَنْبَرٌ فَأَتَاهُ بِعَشَرَةِ رِجَالٍ مَعَ الزُّبُلِ وَ الْمُرُورِ فَأَمَرَ أَنْ يَحْفِرُوا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَمَّا حَفَرُوا خَدّاً أَمَرَ بِالْحَطَبِ وَ النَّارِ فَطُرِحَ فيه حَتَّى صَارَ نَاراً تَتَوَقَّدُ قَالَ لَهُمْ تُوبُوا قَالُوا لَا نَرْجِعُ فَقَذَفَ عَلِيٌّ بَعْضَهُمْ ثُمَّ قَذَفَ بَقِيَّتَهُمْ فِي النَّارِ قَالَ عَلِيٌّ ع.

علیؑ قبیلہ عنزہ کی ایک خاتون جو عمرو کی ماں تھی کے ساتھ موجود تھے کہ قنبر داخل ہوئے اور عرض کی: دس افراد آئے ہیں اور ان کا یہ دعوی ہے کہ آپ خدا ہیں! امام نے فرمایا: انہیں لے کر آؤ! جب وہ حاضر ہوئے تو امام نے ان سے فرمایا: تم کیا کہتے ہو: بولے: آپ ہمارے رب ہیں، آپ ہی نے ہمیں خلق کیا ہے اور آپ ہی ہمیں رزق دیتے ہیں۔ امام نے ان سے فرمایا: تم پر وائے ہو! ایسا مت کہو، میں بھی تمہاری طرح ایک مخلوق ہوں۔ توبہ کرو اور اپنے اس عقیدے سے پلٹ جاؤ۔ کہنے لگے: ہم اپنے قول سے نہیں پھریں گے آپ ہی ہمارے رب ہیں، آپ ہی نے ہمیں خلق کیا اور آپ ہی ہمیں رزق دیتے ہیں۔

امام نے ان سے فرمایا: وائے ہو تم پر! توبہ کرو اور اس قول سے پلٹ جاؤ! وہ نہ مانیں اور بولے: ہم اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ امام نے فرمایا: قنبر! میرے لیے مزدور لے آؤ! قنبر باہر گئے اور دس مزدور مع بیلچے پھواڑے لے آئے۔ امام نے انہیں حکم دیا کہ ایک گڑھا

کھودیں، انہوں نے ایک گڑھا کھودا، پھر فرمایا اس میں ایندھن ڈال کر آگ لگادو، اس میں لکڑیاں ڈال کر آگ لگادی گئی جبکہ اس میں سے شعلے بلند ہو رہے تھے۔

امام نے ان سے پھر فرمایا: وائے ہو تم پر! توبہ کر لو اور اپنے قول سے پھر جاؤ۔ لیکن وہ نہ مانے اور بولے: ہم نہیں پلٹیں گے۔ اس کے بعد امام نے ان میں سے بعض کو اس آگ میں جھونک دیا اور اس کے بعد جو باقی بچے تھے انہیں بھی آگ میں پھنکوادیا۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا:

إِذَا أَبْصَرْتُ شَيْئاً مُنْكَراً أَوْقَدْتُ نَارِي وَ دَعَوْتُ قَنْبَراً

میں جب بھی کوئی غلط کام ہوتا دیکھوں گا تو آگ روشن کروں گا اور قنبر کو بلاؤں گا۔[1]

علی بن حدید مدائنی کہتے ہیں:

سَمِعْتُ مَنْ يَسْأَلُ أَبَا الْحَسَنِ الْأَوَّلَ ع فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ إِنَّكَ لَسْتَ مُوسَى بْنَ جَعْفَرٍ الَّذِي أَنْتَ إِمَامُنَا وَ حُجَّتُنَا فِيمَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى قَالَ فَقَالَ لَعَنَهُ اللَّهُ ثَلَاثاً أَذَاقَه اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ قَتَلَهُ اللَّهُ أَخْبَثَ مَا يَكُونُ مِنْ قِتْلَةٍ فَقُلْتُ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ إِذَا أَنَا سَمِعْتُ ذَلِكَ مِنْهُ أَ وَ لَيْسَ حَلَالٌ لِي دَمُهُ مُبَاحٌ كَمَا أُبِيحَ دَمُ السَّابِ لِرَسُولِ اللَّهِ ص وَ لِلْإِمَامِ فَقَالَ نَعَمْ حِلٌّ وَ اللَّهِ حِلٌّ وَ اللَّهِ دَمُهُ وَ إِبَاحَةٌ لَكَ وَ لِمَنْ سَمِعَ ذَلِكَ مِنْهُ قُلْتُ أَ وَ لَيْسَ ذَلِكَ بِسَابٍ لَكَ فَقَالَ هَذَا سَابٌّ اللَّهِ وَ سَابٌّ لِرَسُولِ اللَّهِ وَ سَابٌّ لِآبَائِي وَ سَابِّي وَ أَيُّ سَبٍّ لَيْسَ يَقْصُرُ عَنْ هَذَا وَ لَا يَفُوقُهُ هَذَا الْقَوْلِ...

میں نے سنا کہ ایک شخص نے امام موسی کاظمؑ سے پوچھا: میں نے سنا ہے کہ محمد بن بشیر اس بات کا قائل نہیں ہے کہ آپ وہ موسی بن جعفر ہیں جو ہمارے اور خدا کے مابین ہمارے

[1] اختیار معرفۃ الرجال: ج ۲، ص ۵۹۶۔

امام اور حجت ہیں؟ امام سے تین بار فرمایا: خدا اس پر لعنت کرے اور اسے گرم لوہے کا مزا چکھائے! خدا اسے ساتھ بدترین صورت سے قتل کرے۔ میں نے امام سے کہا: میں آپ پر فدا! اگر میں اس سے یہ کلام سنوں تو کیا اس کا خون مجھ پر ویسے ہی حلال ہو گا جیسے رسول اللہ ﷺ اور امام کو ناسزا اور دشنام دینے والے کا مباح ہوتا ہے؟ امام نے فرمایا: خدا کی قسم! اس کا خون حلال ہے اور خدا نے اس کے خون کو تیرے لیے اور اس کے لیے جو اس سے یہ بات سنے مباح کر دیا ہے۔ میں نے پوچھا: کیا وہ آپ کو دشنام نہیں دیتا؟ امام نے فرمایا: وہ خدا، اس کے رسول، میرے اجداد و آباء اور مجھے دشنام دینے والا ہے، کون سا دشنام اس سے کمتر ہے؟ اور وہ کون سا دشنام ہے جس سے یہ بات بڑھ کر نہیں ہے؟[1]

جس بہترین کلام پر ہم اس بحث کا اختتام کر سکتے ہیں وہ امام رضاؑ کی دعا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

اللَّهُمَّ إِنِّي بَرِيءٌ مِنَ الْحَوْلِ وَ الْقُوَّةِ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ وَ أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِنَ الَّذِينَ ادَّعَوْا لَنَا مَا لَيْسَ لَنَا بِحَقٍّ اللَّهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا فِينَا مَا لَمْ نَقُلْهُ فِي أَنْفُسِنَا اللَّهُمَّ لَكَ الْخَلْقُ وَ مِنْكَ الرِّزْقُ وَ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ اللَّهُمَّ أَنْتَ خَالِقُنَا وَ خَالِقُ آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ وَ آبَائِنَا الْآخِرِينَ اللَّهُمَّ لَا تَلِيقُ الرُّبُوبِيَّةُ إِلَّا بِكَ وَ لَا تَصْلُحُ الْإِلَهِيَّةُ إِلَّا لَكَ فَالْعَنِ النَّصَارَى الَّذِينَ صَغَّرُوا عَظَمَتَكَ وَ الْعَنِ الْمُضَاهِئِينَ لِقَوْلِهِمْ مِنْ بَرِيَّتِكَ اللَّهُمَّ إِنَّا عَبِيدُكَ وَ أَبْنَاءُ عَبِيدِكَ لَا نَمْلِكُ لِأَنْفُسِنَا نَفْعاً وَ لَا ضَرّاً وَ لَا مَوْتاً وَ حَيَاةً وَ لَا نُشُوراً اللَّهُمَّ مَنْ زَعَمَ أَنَّا أَرْبَابٌ فَنَحْنُ مِنْهُ بِرَاءٌ وَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ إِلَيْنَا الْخَلْقَ وَ عَلَيْنَا الرِّزْقَ فَنَحْنُ بِرَاءٌ مِنْهُ كَبَرَاءَةِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ع مِنَ النَّصَارَى اللَّهُمَّ إِنَّا لَمْ نَدْعُهُمْ إِلَى مَا يَزْعُمُونَ فَلَا تُؤَاخِذْنَا

[1] بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۳۱۲؛ اختیار معرفۃ الرجال: ج ۲، ص ۷۷۸

بِمَا يَقُولُونَ وَ اغْفِرْ لَنَا مَا يَدَّعُونَ وَ لَا تَدَعْ عَلَى الْأَرْضِ مِنْهُمْ دَيَّاراً ﴿إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبادَكَ وَ لا يَلِدُوا إِلَّا فاجِراً كَفَّاراً.﴾

اے خدا! میرے پاس خود سے قدرت و طاقت نہیں، اور تیرے سوا کوئی قدرت اور طاقت موجود نہیں۔ خدایا! میں ان افراد سے جو ہمارے بارے میں وہ دعوے کرتے ہیں جو ہمارا حق نہیں، تیری بارگاہ میں پناہ چاہتا ہوں اور ان سے بیزاری اختیار کرتا ہوں۔ اے خدا! خلقت تیری جانب سے ہے، رزق تیری جانب سے ہے، میں بس تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔ خدایا! تو میرا اور میرے گزشتہ و زندہ آباء واجداد کا خالق ہے، پروردگارا! خدائی تیرے سوا کسی کو سزاوار نہیں، اور الوہیت تیرے سوا کسی کے لیے شائستہ نہیں۔ وہ عیسائی جنہوں نے تیری عظمت کو کمتر شمار کیا، ان پر لعنت فرما، اور جو بھی ان کے قول کی طرح کی باتیں اپنی زبانوں لائیں ان پر بھی لعنت فرما۔ اے خدا! ہم تیرے بندے اور تیرے بندوں کی اولاد ہیں۔ ہم اپنے نفع نقصان، زندگی موت، اور دوبارہ زندہ کیے جانے کے مالک نہیں۔ اے خدا! جو یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا ہیں، ہم ان سے بیزار ہیں، اور جو یہ کہتا ہے کہ خلقت ہمارے ہاتھوں میں ہے اور ہم رزق دیتے ہیں، ہم اس سے ویسے ہی بیزار ہیں جیسے عیسیٰؑ بن مریم نصرانیوں سے بیزار تھے۔ خدایا! ہم نے انہیں یہ دعوے کرنے کو نہیں کہا۔ ہمیں ان کی باتوں کی وجہ سے مورد حساب قرار نہ دے، ان کے اس دعوے کی وجہ سے ہمیں بخش دے، اور ان میں سے کسی کو بھی زمین پر نہ چھوڑنا، کیونکہ اگر تو انہیں زمین پر باقی رکھے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے، اور کافر و فاجر نسل کے علاوہ اور کچھ دنیا میں نہ لائیں گے۔[1]

[1] بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۳۴۳.

غالی بزرگ شیعہ علماء کی نظر میں

بزرگ شیعہ علماء کے اقوال اور فتاویٰ بھی آئمہ ؑ کی اسی راہ و روش پر استوار ہیں۔ انہوں نے بھی ان کی تکفیر کا حکم لگایا ہے اور ان سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ ہم یہاں پر ان میں سے بعض کے اقوال نقل کرتے ہیں:

شیخ مفید کہتے ہیں:

غالی جو بظاہر مسلمان ہیں، وہ ہیں جو امیر المومنینؑ اور ان کی اولاد میں سے آئمہ ؑ سے خدائی یا نبی ہونے کی نسبت دیتے ہیں، اور ان کے دینی و دنیوی فضائل میں ان کی حد سے زیادہ توصیف و مدح کرتے ہیں (اس صورت میں کہ) حد اعتدال سے خارج ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ گمراہ کرنے والے اور انکار کرنے والے ہیں۔ جن کے بارے میں امیر المومنینؑ نے جلانے یا قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا اور آئمہ ؑ نے ان کے کفر اور اسلام سے خارج ہونے کا فیصلہ سنایا ہے۔[1]

علامہ مجلسی کہتے ہیں:

جان لو کہ غلو یا تو رسول اللہ ﷺ اور آئمہ ؑ کے خدائی کے اعتقاد کی وجہ سے ہے، یا ان کا خدا کی عبادت میں اس کے شریک ہونے کے عنوان سے، یا خلقت میں شریک ہونے کے سبب سے، یا رزق دینے کی وجہ سے، یا یہ کہ خدا ان میں حلول کر گیا ہے، یا ان کے ساتھ متحد ہو گیا ہے، یا یہ کہ یہ خدا کی جانب سے بنا کسی غیب و الہام کے غیب پر مطلع ہیں، یا اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ آئمہ انبیاء ہیں، یا یہ کہ ان میں سے کسی ایک کی روح دوسرے میں تناسخ کر جاتی ہے، یا

[1] تصحیح الاعتقادات الامامیہ: ص ۱۳۱۔

یہ کہ ان کی معرفت حاصل کرنا شرعی اعمال و تکالیف کے لیے بھی کفایت کرتا ہے اور اس کے بعد گناہ کو ترک کرنے کی ذمہ داری نہیں رہتی۔

جو امور ذکر کیے گئے ہیں ان میں سے کسی ایک کا بھی اعتقاد رکھنا، کفر، الحاد، اور دین سے خارج ہونے (کا سبب) ہے۔ ویسے ہی جیسے عقلی دلائل اور گزشتہ احادیث و روایات اور ان کے علاوہ دوسری روایات بھی انہی معنی پر دلالت کرتی ہیں۔ ہم بخوبی جان چکے ہیں کہ آئمہؑ نے غالیوں سے اظہار بیزاری کیا ہے، ان کے کفر کا حکم لگایا ہے اور ان کے قتل کا دستور صادر فرمایا ہے۔ اگر کچھ احادیث میں ان (مذکورہ بالا) امور کی جانب ہلکا سا بھی اشارہ ہو تو یا تو لازم ہے کہ ان کی تاویل کی جائے اور یا پھر وہ غالیوں کی افترا پردازیوں میں سے مانا جائے۔ [1]

شیخ صدوق فرماتے ہیں:

غالیوں اور مفوضہ کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ وہ خدا کے منکر ہیں اور یہود و نصاریٰ، مجوس و قدریہ، حروریہ اور بقیہ تمام بدعت گزاروں اور ہوا پرستوں کے ٹولوں میں سے سب سے بدتر ہیں اور یہ کسی بھی چیز کو خدا سے زیادہ کمتر نہیں سمجھتے۔ [2]

شیخ کاشف العظاء اپنی ابحاث میں غالیوں اور ان کے اقوال کے بارے میں فرماتے ہیں:

شیعہ امامیہ اور آئمہ نے ان فرقوں سے بیزاری ک اظہار کیا ہے اور ان سے ارتباط قائم رکھنے کو حرام جانا ہے... انہوں نے ان کے اقوال سے بھی بیزاری کا اظہار کیا ہے، اور انہیں کفر و

---

[1] بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۳۴۶.

[2] الاعتقادات فی دین الامامیہ: ص ۹۷.

گمراہی کی بدترین قسم شمار کرتے ہیں۔ دین شیعہ توحید محض اور خالق کو مخلوقات سے ہر قسم کی مشابہت سے منزہ جاننے کے سوا اور کچھ نہیں۔ [۱]

آیت اللہ خوئی فرماتے ہیں:

غالیوں کے چند گروہ ہیں: ان میں سے بعض امیر المومنینؑ یا آئمہ معصومینؑ میں سے کسی ایک کی خدائی کا اعتقاد رکھتے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ وہ رب جلیل اور خدائے مجسم ہے جو زمین پر نازل ہوا۔ اگر ان کی جانب اس قول کی نسبت صحیح ہے اور ان کا اس بات پر اعتقاد ثابت ہو جائے تو ان کی نجاست اور کفر میں کوئی شک کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ ایسا اعتقاد رکھنا خدائے سبحان کی خدائی کا انکار کرنا ہے؛ کیونکہ خدا کی خدائی کے انکار کے سلسلے میں یہ بات تو روشن ہے کہ خدائی کا زید یا بتوں کے لیے ثابت کرنا اور اسی خدائی کا امیر المومنینؑ کے لیے ثابت کرنے میں کوئی فرق نہیں؛ کیونکہ یہ دونوں امور خدا کی خدائی کے انکار میں مشترک ہیں اور یہ موضوع خود اس بات کا سبب ہے جو کفر کا موجب بنتا ہے۔ [۲]

اس کے علاوہ بزرگان امامیہ کے اور بھی اقوال موجود ہیں جو غالیوں کے کفر اور ان کے اسلام سے خروج کا حکم لگاتے ہیں۔

مقام و منزلت اہلبیتؑ اور مسئلہ غلو

اس بات کے بیان کے بعد کہ غلو کی سرحد بشریت کی حدود سے باہر ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ

[۱] اصل الشیعۃ و اصولھا: ص ۷۴۔

[۲] التنقیح فی شرح العروۃ الوثقی: ج ۳، ص ۷۳۔

مخلوقات میں سے کسی کے لیے خدائی صفات میں سے کسی ایک صفت کا اعتقاد رکھا جائے جو اس ہستی کے حق میں غلو کے صورت پذیر ہونے کی وجہ بنے۔ یہ بات روشن ہے کہ خدا کے نزدیک اہلبیتؑ کی بلند و بالا منزلت ، جیسے عصمت، غیب سے آگاہی، ولایت اور علو مقام جو خداوند متعال نے انہیں عطا کیا ہے، یہ سب کے سب مسئلہ غلو سے خارج ہیں۔ اس مرتبے سے بہرہ مند ہونا خدائی کرنے کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ ان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ خدا کی نعمتوں میں سے ہے، اور یہ خدا کے مقابل خود سے کسی چیز کے مالک نہیں، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ اس بنا پر یہ خدا کے اذن کے بنا کچھ نہیں جانتے، اور خدا کی مشیت کے بنا کسی چیز میں تصرف نہیں کرتے۔ اس بنا پر یہ خدا کے مکرم بندے ہیں جو کسی کام کے انجام دینے پر قادر نہیں مگر یہ کہ خدا انہیں اس کام کے انجام دینے پر قادر کرے۔

ہاں، اہلبیتؑ کا یہ مقام و مرتبہ کہ یہ خدا اور مخلوق کے درمیان واسطہ فیض ہیں، کبھی کبھار انسانوں کی ایک بڑی تعداد کے لیے حیرت کا باعث بنتا ہے۔ لیکن یہ حیرت لوگوں کے ان کی معرفت کنہ وجود و حقیقت کو حاصل کر پانے کی ناتوانی کی جانب توجہ کرنے سے برطرف ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے امام رضاؑ نے فرمایا تھا:

هَلْ يَعْرِفُونَ قَدْرَ الْإِمَامَةِ وَ مَحَلَّهَا مِنَ الْأُمَّةِ فَيَجُوزَ فِيهَا اخْتِيَارُهُمْ إِنَّ الْإِمَامَةَ أَجَلُ قَدْراً وَ أَعْظَمُ شَأْناً وَ أَعْلَى مَكَاناً وَ أَمْنَعُ جَانِباً وَ أَبْعَدُ غَوْراً مِنْ أَنْ يَبْلُغَهَا النَّاسُ بِعُقُولِهِمْ أَوْ يَنَالُوهَا بِآرَائِهِمْ أَوْ يُقِيمُوا إِمَاماً بِاخْتِيَارِهِم..

کیا یہ لوگ امت کے درمیان امامت کی قدر و قیمت اور مقام کو جانتے ہیں جو اسے منتخب کریں؟ امامت کی قدر و قیمت اجل وارفع، اس کی شان عظیم، اس کا مکان اعلی، اس کا مقام محفوظ اور

اس کا عمق اس بات سے کہیں گہرا ہے کہ لوگوں اسے اپنی عقول کے ذریعے پا سکیں، یا اسے اپنے نظریات کے ذریعے درک کر سکیں اور اپنے اختیار سے (کسی کو) امام بنا سکیں...[1]

اس وجہ سے اس سے قبل پیش کی جانے والی بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ: ہمارے لیے ایک رب قرار دو جس کی جانب ہماری بازگشت ہے، اس کے بعد ہمارے فضائل میں جو چاہو کہو، اس کے باوجود بھی تم ہمارے فضائل کی حقیقت کو درک نہیں کر سکتے۔

اس اساس پر ایک ایماندار شخص کے لیے یہ بات سزاوار نہیں کہ معصومینؑ کے فضائل اور ان کے مقام و مرتبے جو روایات میں بیان ہوئے ہیں کو رد کرنے میں جلدی سے کام لے۔ مگر یہ کہ جس بات کی ان سے نسبت دی گئی ہو وہ محالات عقلی، یا ضروریات دین کے خلاف ہو۔ ورنہ لازم ہے کہ ان کو تسلیم کریں؛ یہی وجہ ہے کہ حسین بن علوان، امام صادقؑ سے روایت کرتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ فَضَّلَ أُولِي الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ بِالْعِلْمِ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَ وَرَّثَنَا عِلْمَهُمْ وَ فَضَّلَنَا عَلَيْهِمْ فِي فَضْلِهِمْ وَ عَلَّمَ رَسُولَ اللَّهِ ص مَا لَا يَعْلَمُونَ وَ عَلَّمَنَا عِلْمَ رَسُولِ اللَّهِ ص فَرَوَيْنَا لِشِيعَتِنَا فَمَنْ قَبِلَهُ مِنْهُمْ فَهُوَ أَفْضَلُهُمْ أَيْنَمَا نَكُونُ فَشِيعَتُنَا مَعَنَا...

خداوند عالم نے اولی العزم انبیاء کو ان کے علم کی وجہ سے دوسرے انبیاء پر فضیلت دی اور ان کا علم ہمیں وراثت میں بخشا، اور ہمیں ان پر فضیلت میں برتری عطا کی، خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان امور کا علم عطا کیا جو انبیاء ماسلف نہیں جانتے تھے، پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ہمیں عطا کیا اور ہم یہی علم اپنے شیعوں کو روایات (کی صورت میں) دیتے ہیں۔ جو کوئی بھی

[1] اصول کافی: ج۱، ص۱۹۹.

ان میں سے اسے قبول کر لے وہ ان سے برتر ہے، اور ہم جہاں ہونگے وہاں ہمارے شیعہ ہمارے ساتھ ہونگے۔[1]

خلاصہ بحث:

۱۔ غلو کے معیار کے تعین کے حوالے سے کتابہائے لغت، قرآنی اور حدیثی استعمال اور شیعہ و سنی علماء کے اقوال میں تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ غلو کسی چیز کا اپنی حد سے تجاوز کرنے کے معنی میں ہے۔

۲۔ غلو کے زمینوں میں سے سیاسی اہداف، ذاتی لالچیں اور فکری عقب ماندگی کارفرما رہی ہے۔

۳۔ غالیوں کے جملہ اقوال میں سے یہ ہیں کہ انبیاء اور آئمہ کے لیے خدائی کا دعویٰ کرنا، ان کو غیب کا استقلالی طور پر علم ہونا، ان کی ارواح کا ایک دوسرے میں تناسخ اختیار کرنا، اور اس کے علاوہ دوسرے اقوال جو معصومینؑ کو بشر ہونے اور خدا کی بندگی کی حد سے خارج کرتے ہیں۔

۴۔ اہلبیتؑ نے اپنی کثیر روایات میں اس قسم کے اقوال کا شدت کے ساتھ انکار کیا ہے اور ان کے مدعی حضرات کے کفر کا حکم صادر فرمایا ہے، ان سے بیزاری اختیار کی ہے اور ان پر لعنت فرمائی ہے۔

۵۔ بزرگ شیعہ علماء نے بھی اس راہ میں معصومینؑ کی پیروی کی ہے اور ایسے افراد کے کفر کے حکم کے ساتھ ساتھ انہیں اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

۶۔ اہلبیتؑ کے کثیر مراتب و مقامات جیسے علم غیب، یا نظام تکوین و تشریع اور قانون گزاری کے معاملے میں تفویض، (تو یہ) سب کے سب غلو کے دائرے سے خارج ہیں؛ کیونکہ یہ سب وہ ہدیے اور

---

[1] الخرائج والجرائح: ج۲، ص۷۹۶.

تحائف ہیں جو خدا نے انہیں بخشے ہیں، اور یہ سب اذن الٰہی سے ہیں۔ ورنہ یہ خود سے کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔ لیکن کبھی کبھار بعض افراد کے لیے ان مراتب و مقامات کا درک کرنا دشوار ہوتا ہے۔

فہرست

مطالب	صفحہ نمبر